تعمیرِ حیات

لکھنؤ
پندرہ روزہ
اشاعت کے ۴۱ سال

زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے،

وہ زندگی کے استحقاق کی زبان ہے

بہت سی قومیں دنیا میں ہیں جو بالکل ختم ہوگئیں، لیکن بہت سی قومیں ایسی ہیں جو بار بار شکست کھانے کے بعد بھی باقی ہیں، مسلمانوں نے تاتاریوں سے شکست کھائی تھی لیکن چونکہ ان کے اندر ماینفع الناس کا مادہ تھا، وہ ایک پیام رکھتے تھے، وہ ایک زندہ دعوت رکھتے تھے، اس لئے تاتاریوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑا، وہ تاتاریوں کے سامنے جھکے، ان کی تلوار کے سامنے جھکے، لیکن تاتاریوں کی تلوار کو، دلوں کو اور دماغوں کو ان کی نافعیت کے سامنے اور ان کے پیام کے سامنے جھکنا پڑا۔

(مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

مفکر اسلامؒ کی ایک فکر انگیز تحریر

انسانیت کا پیام کیا ہے؟
(علامہ سید سلیمان ندوی)

روح کی غذا پر بھی توجہ ضروری

غیر جانبدار وسائل ابلاغ کی ضرورت
از: مولانا واضح رشید ندوی

اداریہ: یہ کس گناہ میں مارے گئے؟
از: مولانا عبداللہ عباس ندوی

قول و فعل کا تضاد

ہم دین کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کریں

"یادوں کی مہک" — ایک مطالعہ

علم و حکمت کے پرانے چراغ
از: جناب شاہد عماری

تضمین بر نعت مولانا عبداللہ عباس ندوی
از: پروفیسر طلحہ برق — رئیس الشاکری

Rs.7

۱۰ر مئی ۲۰۰۴ء

Postal Regd.No.LW/NP/63/2003 to 2005
April. -2004
Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Nadwatul- Ulama,Lucknow-226007
Vol.2, Issue No.26
R.N.I.No.UP.URD/2001/6071
(0522) 2740151
2741272
2741221
2741231

Mob : 3102451
Mohd. Miyan Jewellers
(S) : 0522-2260671
® : 0522-2267429
محمد میاں جویلرس
۱۲ر کپور مارکیٹ، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ-۳

TEL : 2266786
ریاض احمد
غیاض احمد
SANA
JEWELLERS
۱۳/۱۰-۱۲ سرائے بانس
اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ
301/12 SARAIN BANS
AKBARI GATE CHOWK, LUCKNOW-3

2260433
جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے
Gehna
Palace
گہنا پیلیس
Whenever You See Jewellery; Think of us
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک، لکھنؤ

Resi : 2268177
Mob: 3126122
سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
Shop: 2000667
: 9415002532
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala, Aminabad,Lucknow-18

Mohd. Faizan Nadwi
حرمین بک ڈپو
HARAMAIN BOOK DEPOT
HOLY QUR'AN ISLAMIC BOOK's
KALONJI OIL
& KALONJI PRODUCTS LEATHER SOCKS
KHOJATI SURMAS SUPPLIER
(Markaz Masjid)Katchehri Road, Aminabad, Lko-18

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2741235 (Ext) 18 Printed & Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Offset Press, Tagore Marg Lucknow.

تعمیرِ حیات لکھنؤ
پندرہ روزہ — اشاعت کے ۴۱ سال
جلد نمبر ۴۱ — ۱۰ مئی ۲۰۰۴ء مطابق ربیع الاول ۱۴۲۵ھ — شمارہ نمبر ۱۳

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)
پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی
معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین
معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبداللہ حسنی ندوی
• مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون
سالانہ -/۱۵۰ — فی شمارہ -/۷
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک -/۳۵ ڈالر
• ڈرافٹ نیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayaat
Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007
فون (دفتر) (0522) 2740151 مہمان خانہ 2741238 (Ext)18
Website : www.nadwatululama.org
e-mail : Nadwa@sancharnet.in
thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیا آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

رئیس التحریر کی میز سے	متمدن دنیا کے یہ قیدی	۲
اداریہ	یہ کس جرم میں مارے گئے؟	۳
فکر ابوالحسن علی ندویؒ	سلطنتِ روما کو زوال کیوں آیا؟	۴
نعتِ رسول مقبول ﷺ	نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۵
تضمین	☆ تضمین بر نعت "نام محمد ﷺ"	۵
	☆ تضمین بر نعت "نام محمد ﷺ"	۶
تعلیم الحدیث	پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں	۷
سخن دلنواز	ہم انفرادی اور اجتماعی زندگی میں شریعت کو نافذ کریں	۹
نقطۂ نظر	غیر جانبدار وسائلِ ابلاغ کی ضرورت	۱۲
میراث	☆ یونان و مصر و روما: علم و حکمت کے پرانے چراغ	۱۴
تزکیۂ نفس	روح کی غذا پر بھی توجہ ضروری	۱۷
ایک مطالعہ	"یادوں کی مہک" (مصنفہ پروفیسر فصیح احمد صدیقی)	۱۹
اصلاح معاشرہ	کان کے کچے	۲۰
اسرار شریعت	عبادت کی حقیقت	۲۱
تذکیر و موعظت	شیطان کے پندرہ دشمن	۲۲
تعارف و تبصرہ	کتابوں کی دنیا	۲۳
فقہ و فتاویٰ	فقہی سوال و جواب	۲۵
قرآن و سنت	تدوین حدیث کی مختصر تاریخ	۲۶
روداد	رابطہ ادب اسلامی پاکستان کا سمینار بر عنوان مفکر اسلامؒ: حیات و خدمات	۳۰
شعر و سخن	جاری رہے تکبیر مسلسل	۲۷
روداد چمن	جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی کی مکہ مکرمہ واپسی	۶
آخری صفحہ	قول و فعل کا تضاد	۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

نور بصیرت

انسانیت کا پیام کیا ہے؟

"سچ بولنا، جھوٹ کی برائی، علم بے عمل کی مذمت، عفوعام، درگزر، توکل، صبر و شکر، حق پر استقامت، خدا کی راہ میں جان دینا، سخاوت اور خیرات کا حکم، بخل کی برائی، اسراف اور فضول خرچی کی ممانعت، میانہ روی کی تاکید، قرابت مندوں، یتیموں اور پڑوسیوں کے ساتھ نیکی، مسافروں، سائلوں اور غریبوں کی امداد، غلاموں اور قیدیوں کے ساتھ احسان، فخر و غرور کی برائی، امانت داری، وعدہ کا ایفا کرنا، عہد کا پورا کرنا، معاہدوں کا لحاظ رکھنا، صدقہ و خیرات، نیکی و بھلائی کی بات کرنا، آپس میں لوگوں کے درمیان محبت پیدا کرنا، کسی کو برا بھلا نہ کہنا، کسی کو نہ چڑھانا، نہ برے ناموں سے یاد کرنا، والدین کی خدمت و اطاعت، ملاقاتوں میں باہم بھلائی و سلامتی کی دعا دینا، حق گوئی، انصاف پسندی، سچی گواہی دینا، گواہی کو نہ چھپانا، جھوٹی گواہی کا دل کی گنہگاری پر اثر، نرمی سے بات کرنا، زمین پر اکڑ کر نہ چلنا، صلح جوئی، اتحاد و اتفاق، اسلامی برادری، اکلِ حلال، روزی کو خود حاصل کرنا، تجارت کرنا، گداگری کی ممانعت، لوگوں کو اچھی بات کی تعلیم دینا اور بری بات سے روکنا، اولاد کشی، خودکشی اور کسی دوسرے کی جان لینے کی ممانعت، یتیم کی کفالت، اس کے مال و جائداد کی نیک نیتی کے ساتھ حفاظت، ناپ تول میں بے ایمانی نہ کرنا، ملک میں فساد برپا نہ کرنا، بے شرمی کی بات سے روکنا، زنا کی حرمت، آنکھیں نیچی رکھنا، کسی کے گھر میں بے اجازت نہ داخل ہونا، ستر و حجاب، خیانت کی برائی، آنکھ کان اور دل کی باز پُرس، نیکی کے کام کرنا، لغو سے اعراض، امانت اور عہد کی رعایت، ایثار، تحمل، دوسروں کو معاف کرنا، دشمنوں سے درگزر، بدی کے بدلہ نیکی کرنا، غصہ کی برائی، مناظروں اور مخالفوں سے گفتگو میں آداب کا لحاظ، مشرکوں کے بتوں تک کو برا نہ کہنا، فیصلہ میں عدل و انصاف، دشمنوں تک سے عدل و انصاف، صدقہ و خیرات کے بعد لوگوں پر احسان دھرنے کی برائی، اُلاہنے کی مذمت، فسق و فجور سے نفرت، چوری ڈاکہ، رہزنی اور دوسروں کے مال کو بے ایمانی سے لینے کی ممانعت، حسنِ نیت اور دل کی پاکیزگی، پاکبازی جتانے کی برائی، رفتار میں وقار و متانت، مجالس میں حسنِ اخلاق، ضعیفوں، کمزوروں اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک، شوہر کی اطاعت، بیوی کا حق ادا کرنا، ناحق قسم کھانے کی برائی، چغل خوری، طعنہ زنی اور تہمت دھرنے کی ممانعت، جسم، جان اور کپڑوں کی پاکیزگی اور طہارت، شرمگاہوں کی ستر پوشی، سائل کو نہ جھڑکنا، یتیم کو نہ دبانا، خدا کی نعمت کو ظاہر کرنا، غیبت نہ کرنا، بدگمانی نہ کرنا، سب پر رحم کرنا، ریا اور نمائش کی ناپسندیدگی، قرض دینا اور قرض معاف کر دینا، سود اور رشوت کی ممانعت، ثباتِ قدم، استقلال اور شجاعت و بہادری کی خوبی، لڑائی کی گھمسان سے نامردی سے بھاگ کھڑے ہونے کی برائی، شراب پینے اور جوا کھیلنے کی ممانعت، بھوکوں کو کھانا کھلانا، ظاہری اور باطنی ہر قسم کی بے شرمی کی باتوں سے پرہیز، بے غرض نیکی کرنا، مال و دولت سے محبت نہ ہونا، ظلم سے منع کرنا، لوگوں سے بے رخی نہ کرنا، گناہ سے بچنا، ایک دوسرے کو حق پر قائم رکھنے کی فہمائش، معاملات میں سچائی اور دیانت داری۔"

(علامہ سید سلیمان ندویؒ)
سیرۃ النبی جلد ششم باب 'اخلاق' سے ماخوذ

متمدن دنیا کے یہ قیدی!!

امین شجاع

نیو ورلڈ آرڈر کے نقیب امریکہ کے ہاتھوں بغداد کے نواح میں واقع ابو غریب جیل میں عراقی قیدیوں کے ساتھ جو انسانیت سوز اور انتہائی ذلت آمیز سلوک کیا گیا، اس کی گونج ساری دنیا میں سنائی دے رہی ہے۔ ع

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے

تذکرہ کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ خبروں کے مطابق عراقی قیدیوں کو عریاں کیا گیا، وحشیانہ عمل کرنے پر انھیں مجبور کیا گیا اور دیگر شرمناک حرکتوں کی تصویروں کی اشاعت کی گئی۔ ان حرکتوں کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالی جا رہی ہے اور صدر امریکہ نے اپنے وزیر دفاع کو امریکی فوجیوں کے خلاف سخت کارروائی کا حکم بھی دے دیا ہے۔۔۔۔

یہ ہے ایک تصویر خود کو نہایت مہذب و متمدن کہنے والوں کی، حقوق انسانی کے تحفظ کا دم بھرنے والوں کی اور جنگی قیدیوں کے سلسلہ میں بین الاقوامی قراردادوں اور Resolutions پاس کرنے والوں کی!!!

لیکن ایک تصویر ایسی بھی ہے جس کا مقدر ہے کہ وہ کبھی ماند نہ پڑے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خد و خال اور واضح اور نمایاں اور روشن و تاباں ہوتے چلے جائیں۔ وہ تصویر ہے معاشرہ نبوی ﷺ کی جو رہتی دنیا تک کے لیے آئیڈیل اور نمونہ ہے اور رہے گی۔

بدر کے قیدیوں کے ساتھ رحمت عالم ﷺ نے جو حسنِ سلوک کیا تھا اس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں قیدیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ ان سے اچھا معاملہ کرنا۔ ابو عزیز راوی ہیں کہ جب مجھے بدر سے قیدی بنا کر لایا گیا تو مجھے انصار کے ایک خاندان میں جگہ ملی۔ وہ دونوں وقت اپنے کھانوں میں سے روٹی تو مجھے دیتے اور خود کھجور پر اکتفا کرتے۔ کسی کو کہیں سے روٹی کا ایک ٹکڑا بھی مل جاتا تو مجھے لا کر دیتا۔ مجھے شرم محسوس ہوتی اور میں اسے لوٹا دیتا لیکن وہ زبردستی مجھے دیتا اور خود اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان قیدیوں سے عفو و درگذر کا معاملہ فرمایا اور ان کا فدیہ قبول کیا۔ جس کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کو اپنی طرف سے رہا فرماتے کچھ قیدی ایسے بھی تھے جن کا فدیہ نہیں ہوسکا، ان کا فدیہ آپ ﷺ نے یہ تجویز کیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں جس کے بعد وہ بھی آزاد کردیے گئے۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے اسی طریقہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

امن و آشتی کا یہ دین جس پر معاندین و متعصبین کی زبانیں دہشت گردی کے الزامات عاید کرنے سے باز نہیں آتیں۔ وہ آخر اس حقیقت کو کیوں نظر انداز کرتے ہیں کہ آج سے چودہ سو سال قبل غزوۂ بدر میں (جو جنگ کا پہلا ہی مرحلہ تھا) اسلام نے جنگی قیدیوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی مثال پیش کرنے سے انسانی دنیا کی تاریخ قاصر ہے۔ جادو وہ سر چڑھ کر بولے۔ سر ولیم میور جیسے معاند اسلام کو بھی اس سلسلہ میں اعتراف کرنا پڑا کہ۔۔۔۔۔ "ان قیدیوں میں سے ایک نے (اس برتاؤ سے متاثر ہو کر) کہا: مدینہ کے رہنے والوں پر رحم کی بارش ہو، انھوں نے ہمیں سواریوں پر سوار کرایا جب کہ وہ خود پیدل چلتے تھے۔ وہ ہمیں گیہوں کے آٹے کی روٹی کھلاتے تھے جب کہ وہ خود کھجوروں پر گزارا کرتے تھے"۔۔۔۔۔ (لائف آف محمد ﷺ جلد ۳۔ صفحہ ۱۲۲)

مذکورہ بالا بغداد میں واقع ابو غریب جیل کے عراقی قیدیوں کی مظلومیت کا رونا تو ہے ہی لیکن اس سے کہیں زیادہ اس نام نہاد مہذب و متمدن دنیا کے ان "قیدیوں" پر ترس آتا ہے اور ان کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اسلام کے چمکتے دمکتے آفتاب کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں، اور خود کو متمدن دنیا کے قیدی بنائے ہوئے ہیں!!

شاخِ نازک پر بنے آشیانے کی ناپائیداری روز بروز عیاں ہوتی جا رہی ہے اور اس نام نہاد تہذیب کے آپ اپنے خنجر سے خودکشی کرنے کے آثار نمایاں ہوتے چلے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ کاش کہ یہ گم کردہ راہ، راہ یاب ہو جائیں اور بیڑہ غرق ہونے سے بچ جائے۔ رحمت عالم ﷺ کے امتیوں کو تو یہی تمنا و آرزو زیبا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ایک بے قرار ہستی کی مالک تھی!!! ﷺ

ہمیں افسوس ہے کہ پرچہ جس وقت پریس کو جا رہا تھا عین اس وقت سیمنار اعظم گڑھ کی فلاپی کرپٹ ہوگئی اور ہم اس کی قسط شامل کرنے سے معذور رہے، البتہ ان صفحات کی جگہ الحمد للہ تدوین حدیث کی تاریخ جیسا اہم مضمون شامل اشاعت ہے جس کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ امت کے عقائد کی بنیاد جس پر ہے اس سے امت بخوبی واقف ہو۔ اور اس کا ایمان قوی سے قوی تر ہو۔

اداریہ

یہ کس گناہ میں مارے گئے؟

(جناب مولانا) عبداللہ عباس ندوی

قرآن کریم کی آیت بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ بے ساختہ اس وقت زبان پر آگئی، جب اخبارات میں یہ خبر پڑھی کہ باوجود الیکشن کے دور میں بہت سے لوگ ہلاک ہوئے، یہ بات نئی نہیں ہے، ہر سال دہرائی جاتی ہے، جیتنے والے اپنی کامیابی پر نازاں اور اپنے مؤیدین کے کثرت پر فخر کرتے ہیں، ہارنے والے اپنے شکست کے اسباب پر غور کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے اپنی پلاننگ بناتے ہیں مگر یہ الیکشن کے کارندے، جن کو تھوڑے دنوں کے لئے موٹر سائیکل اور موبائل مل جاتا ہے، مہینوں سے وہ رات دن ایک کئے ہوتے ہیں، نہ گرمی سردی کی پرواہ، نہ لو اور جھکڑ کا ڈر، نہ گھر میں اپنے گھر والوں کی فکر، نہ بچوں کی رکھوالی، نہ ان کے مدرسہ اور اسکول آنے جانے کی فکر! الیکشن کی دھن ایک مرض کی طرح لاحق ہو جاتی ہے اور ان میں بے شمار بدقسمت انسان اپنی جان دے دیتے ہیں، وہ جس امیدوار کے لئے یا جس پارٹی کے لئے کام کرتے ہیں، اگر وہ جیت جائے تو اس کے کارکنوں کو شاید کسی چپراسی کی کوئی جگہ بھی مل سکے اور ہارے ہوئے امیدوار اپنے غم میں مبتلا مایوسی کے سایہ میں کھڑے کیا کسی کی مدد کر سکتے ہیں اگر مرنے والے زندہ بھی رہتے تو ایک لگی بندھی رقم مل جاتی اور اس کے بعد پھر وہی منظر ع

اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی

اس الیکشن میں ایک تعداد میں خواتین ماری گئیں، ایسے حالات پیدا کردئے گئے جس میں انہیں جان کی بازی لگانا پڑی اور ساڑیوں کی جگہ پر کفن سے سر ڈھانکنا پڑا۔ دوسری طرف عقل و دانش سے محروم یہ کارندے تھے جنھوں نے اپنی جانیں ان لوگوں کے لئے گنوادیں جو ان کے آنسو پونچھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں گے۔

سیاست اور وہ بھی الکشن کی سیاست۔۔۔ اللہ کی پناہ۔ منٹوں میں ایک ہیرو بنتا ہے، اس کی یاترائیں کامیاب ہوتی ہیں پھر دوسرے لمحہ یاترائیں سوچتا ہے اور اس کی سازشیں ساڑیوں کی اوٹ میں پناہ لیتی ہیں۔ اور اس کے بعد وہ ہو کا عالم ہوتا ہے جیسے کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ نمبر ایک کون ہے اور نمبر دو کون۔ ایک طرح سے اچانک زوال آیا جیسے کہیں زلزلہ آجائے، کہیں پتھر کی بارش ہو، کہیں آندھیاں زندگی کے سارے خیمے اکھیڑ کر پھینک دیں۔ اب بھی کسی کو شبہ ہو اس طاقت پر جو کسی کو بلند کرتی ہے اور جب چاہتی ہے، گرا دیتی ہے!!

وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْر۔

(اور تو ہی ہے اے اللہ جس کو چاہے بلند کرے اور جس کو چاہے ذلیل کرے۔ بھلائی دینا صرف تیرا کام ہے)

ہم اس طاقت کے نہ کبھی منکر تھے اور نہ کبھی امید کا دامن ہمارے ہاتھوں سے چھوٹا۔ تُذِلُّ مَن تَشَآءُ کا تماشہ دکھانے والے کا اختیار تَرفَعُ مَن تَشَآءُ بھی ہے۔۔۔ کاش یہ بات دنیا کی سمجھ میں آجائے۔

مرنے والوں اور مرنے والیوں کے خون ناحق کی بات اپنی جگہ پر۔۔ مسلمانوں کا الیکشن سے کیا تعلق ہے وہ کیا حاصل کرتے اور کیا گنواتے ہیں؟ میں نے پچھلے اداریہ میں اشارہ کیا تھا کہ ایک ڈیڑھ وزارت ایسے اشخاص کو مل جائے گی جن کے نام مسلمان جیسے ہوں گے اور مسلمان ان سے واقف نہیں ہوں گے۔ عراق کے وزیر خارجہ ایک دشمن ملک، دشمن دین و اخلاق عیسائی تھا مگر لوگ اس کے نام پر تالیاں بجاتے تھے۔ پھر جب عراق و صدام کا زوال ہوا تو سب سے پہلے وہ طارق حنا عزیز بن کر اسرائیل میں پناہ گزیں ہوا۔ پناہ گزیں ہی نہیں بلکہ اس کو ایک معزز شہری کا درجہ ملا۔ یہ کوئی تاریخ قدیم کی بات نہیں ہے، آج کی اس دور کی تازہ حکایت ہے۔ ایک مسلمان وزیر عبدالکریم چھاگلہ آنجہانی تھے جنھوں نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کی لاش جلائی جائے۔ اس پر ٹائمس آف انڈیا نے لکھا تھا (Real son of India) انگریزوں کے وقت سے ایسے لوگ "فرزندِ خاص دولتِ انگلشیہ" کا خطاب پاتے تھے ایک صاحب کو اس بات پر کرسی کا مستحق قرار دیا گیا کہ ایک ہندو عورت کی شادی کرنے پر کچھ ہندوؤں نے احتجاج کیا تھا اور آگے پیچھے نہ کوئی خدمت، کوئی کارنامہ، کوئی نام۔۔۔ دور دور تک ہوا بھی نہیں لگی۔

اس بار بھی وزارت بنے گی۔ خواہ ان لوگوں کی حکومت بنے جنھوں نے دور دراز سے مسلم حلقوں میں ووٹ دے کر جیتنے والی حکومت کا پلڑا بھاری کیا تھا مگر ان کے ووٹ کی قیمت ایک پیالی چائے، ایک بھرپور مصافحہ یا پشت پر ایک تھپکی۔ آج جو لیڈر صاحبان آپ سے ملنے آرہے ہیں، کل ان کی کوٹھیوں کا چکر کاٹنے والوں کا ایک لمحہ کا درشن مشکل سے ملے گا اور اگر کسی نیازمند کی نیازمندی کام آگئی تو آیئے خاں صاحب! بیٹھئے، دیکھئے ہم نے آپ کی درخواست پر غور کرنے کے لئے سکریٹری کو کہہ دیا ہے۔ یہ حالت اس وقت بھی تھی جب مسلم تہذیب کے پروردہ پنڈت جواہر لال نہرو حکمراں تھے یا وی پی سنگھ جیسے انصاف پسند تعلیم یافتہ روشن دماغ تھے اور اب جو بھی سامنے آئے آپ کی خوشنودی کے لئے اپنی قوم کی اکثریت کو کس طرح ناخوش کر سکتا ہے؟؟

فکر ابو الحسن علی ندویؒ

سلطنت روما کو زوال کیوں آیا؟

**اگر کوئی طاقتور دن کو رات کہہ دیتا تھا تو
ایسے خوشامدی لوگ بکثرت مل جاتے تھے جو آسمان کی طرف اشارہ کر کے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے**
(حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ)

اس وقت ہندوستان انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے، حصول آزادی کے بعد ہمارے ملک کے لئے اصل مسئلہ اچھی حکومت، دستور، نئے نئے منصوبے، تعلیمی مراکز کا قیام نہیں تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت بھی اس ملک کی زندگی اور قسمت پر صدیوں تک اثر انداز ہونے والا جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ایسا صحت مند، صحیح المزاج، تندرست و توانا معاشرہ موجود ہے یا نہیں؟ کیوں کہ اسی معاشرے سے انسانی زندگی اپنی غذا حاصل کرتی ہے۔ قوموں کی صف میں ہندوستان کا مقام جو چیز معین کرے گی، اور اسے باعزت مقام دلائے گی وہ یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی ہمارے ملک کو ان حالات سے بچائے جس کے نتیجہ میں وہ تباہی کے آخری گڑھے میں گر سکتا ہے۔ اگر سوسائٹی فاسد ہو جائے نیک و بد، خیر و شر اور ظالم و مظلوم کی تمیز سے محروم، جنگل کے قانون پر اس کا عقیدہ ہو جائے، جو بھی اس پر مسلط ہو جائے اس کے قدموں پر سر رکھ دے، اس کے گن گائے اور چڑھتے سورج کی پجاری بن جائے تو یہ ہے انتہائی تشویش کی بات۔

کسی ملک کی طاقت کا راز یہ نہیں ہے کہ اس کی فوجی طاقت کتنی ہے؟ بجٹ کتنا ہے؟ یونیورسٹیاں کتنی ہیں؟ .... یہ چیزیں تباہی کو نہیں روک سکتیں۔

سلطنت روما پر جب زوال آیا تو وہاں علمی مراکز، ادبی مشاغل، اور لطافت ذوق کے مظاہر بکثرت موجود تھے۔ جن کی نظر انسانی تاریخ پر ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جو قومیں زوال کا شکار ہوئی ہیں، وہ آخر نزع کی حالت میں بھی تہذیبی طور پر زندہ تھیں۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ تہذیب کے عروج و ترقی کے باوجود شام و مصر، ایران و روما زوال سے بچ نہ سکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کا سماج کرپٹ (Corrupt) ہو چکا تھا۔ کوئی بھی اچھی بات کرتے وقت یہ دیکھا جاتا تھا کہ کہنے والا کون ہے؟ یہ نہیں دیکھا جاتا تھا کہ بات کہاں کہی جا رہی ہے۔ اگر کوئی طاقتور یا دولت مند دن کو رات کہہ دیتا تھا تو ایسے خوشامدی لوگ بکثرت مل جاتے تھے جو آسمان کی طرف اشارہ کر کے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور کہتے کہ ستارے نکلے ہیں اور چاندنی چھٹکی ہوئی ہے، بدقسمتی سے ہندوستان میں بھی یہ رجحان عام ہو گیا ہے۔

ملک کی آزادی کے بعد جس مسئلہ پر تمام توجہات مرکوز ہونا چاہئے تھیں، وہ یہ مسئلہ تھا کہ کیا یہاں ایک صالح معاشرے کا وجود ہے؟ اب ہر شخص کے لئے جسے اس ملک سے محبت ہے، لذیذ ترین، عزیز ترین، مقدس ترین کام یہ ہے کہ اگر بھیک بھی مانگنی پڑے، خیرات کے ٹکڑے بھی جمع کرنے پڑیں جھولی بھی پھیلانی پڑے حتی کہ مفلس کے چراغ سے بھی روشنی حاصل کی جا سکتی ہے تو اسے حاصل کر کے ایک ایسے سماج کو وجود میں لایا جائے جو ظلم سے ساز باز نہ کرے جس میں خوف خدا ہو، جس میں حق بات کہنے کی جرأت ہو اور وہ ظالم کو ظالم کہہ سکے اور مظلوم کو مظلوم، یہ اس ملک کی موت و زندگی کا مسئلہ ہے، ہمارے فراخ دل اور روشن خیال رہنماؤں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسا سماج بنائیں جس میں ظلم سر نہ اٹھائے اور اگر اٹھائے تو کچل دیا جائے۔

اگر قومی کارکنوں پر سچی حب الوطنی ہوتی اور وہ ہر طرح کے تعصبات اور تنگ نظری سے پاک ہوتے تو اس مقصد کے حصول میں اسلام سے بڑی مدد مل سکتی تھی، اسلام کی تعلیمات سے (جو اس ملک کا ایک مذہب ہے، اور جس کے پیرو کروڑوں کی تعداد میں یہاں پائے جاتے ہیں) اس سلسلے میں بڑا فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ ایسی صورت میں ملک زیادہ مضبوط اور باوقار ہوتا اور وہ انسانیت کی عمومی فلاح میں ایک اہم کردار ادا کرتا۔

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ، جہاں ایک صاحب ذوق انشاء پرداز، منفرد نثر نگار، زبان و ادب کے رمز شناس ہیں اور علوم اسلامی پر گہری نگاہ کے حامل ہیں، وہیں شعر و سخن کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف نے درج ذیل نعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد ﷺ کے پانچوں حروف م، ح، م، م اور د کی مناسبت سے یہ پانچ اشعار کہے ہیں۔ حرفی رعایت سے مولانا موصوف نے اپنی دقیقہ سنجی اور فکر رسا سے معانی کی وہ عظیم اور دلکش دنیا سجائی ہے جو دل اور نگاہ دونوں کو بیک وقت اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ''خطباتِ حیدرآباد'' کی ایک نشست میں جب یہ نعت پڑھی گئی تو سامعین نے ایک خاص کیف و سرور محسوس کیا۔

(مولانا محمد رضوان القاسمی)

(خطباتِ حیدرآباد ''پیغمبر اخلاق و انسانیت'' سے ماخوذ)

لاریب کہ ہے نورِ خدا نامِ محمدؐ
ناموسِ وفا، صدق وصفا نامِ محمدؐ

ہے ''م'' سے محبوبِ عالم کا اشارہ
آنکھوں کی ضیاء دل کی جلا نامِ محمدؐ

''ح'' سے ہے حیاتِ ابدی جاں بہ لبوں کی
جان آگئی تن میں جو لیا نامِ محمدؐ

ہے ''م'' مکرر سے عیاں مہر نبوت
مصدر ہے محبت کا سدا نامِ محمدؐ

ہے ''د'' دلیل کرم و لطف و عنایت
داروئے شفا، دل کا دوا نامِ محمدؐ

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت الاستاذ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے اشعار پر تضمین

از: رئیس الشاکری

مفہومِ کرم، حسنِ عطا نامِ محمد — ہے بعدِ خدا سب سے بڑا نامِ محمد
ہونٹوں پہ بہر حال سجا نامِ محمد — ''لاریب کہ ہے نورِ خدا نامِ محمد
ناموسِ وفا، صدق و صفا نامِ محمد''

آکاش سے دھرتی کے لئے نور کی دھارا — دریائے کرم جس کا نہیں کوئی کنارہ
تا حدِ نظر صورت فردوس نظارا — ''ہے ''م'' سے محبوبِ عالم کا اشارہ
آنکھوں کی ضیاء دل کی جلا نامِ محمد''

اخلاص جگائے ہیں کہانی سبھوں کی — کو نین کو مہکا گئی دھرتی عربوں کی
تقدیر چمکنے لگی تاریک شبوں کی — ''ح'' سے حیاتِ ابدی جاں بلبوں کی
جاں آگئی تن میں جو لیا نامِ محمد''

آنکھوں سے چمکنے لگے انوار صداقت — ہر شے نظر آنے لگی پابندِ عدالت
بس اپنی مثال آپ ہوں شانِ سخاوت — ''ہے ''م'' مکرر سے عیاں مہر نبوت
مصدر ہے محبت کا صدا نامِ محمد''

دل داری غریبوں کی، بیکس کی حمایت — دل میں کوئی رنج نہ ہونٹوں پہ شکایت
ہر طرح سے اللہ کے بندوں کی رعایت — ''ہے ''د'' دلیلِ کرم و لطف و عنایت
داروئے شفا دل کی دوا نامِ محمد''

تضمین بر نعتیہ اشعار مولانا عبداللہ عباس ندوی

از: پروفیسر سید محمد طلحہ رضوی برق

تخلیق کا باعث جو ہوا نامِ محمد — ذرّے کو ہے خورشید نما نامِ محمد
ہے روشنیٔ ارض وسما نامِ محمد — "لاریب کہ ہے نورِ خدا نامِ محمد
ناموسِ وفا، صدق و صفا نامِ محمد"

اللہ دکھائے مجھے دوبارہ سہ بارہ — دیکھا جو مدینے میں ہے جنت کا نظارہ
لوٹ آئیں وہ سورت، وہ کریں ماہ دوپارہ — "ہے م سے محبوبِ عالم کا اشارہ
آنکھوں کی ضیاء دل کی جلا نامِ محمد"

ہے حلم و حیا حاوی جو عالی نسبوں کی — حشمت عجمیوں کی، حمیت عربوں کی
صبح آگئی ہر حزن و محن والی شبوں کی — "ح سے ہے حیاتِ ابدی جاں بہ لبوں کی
جان آگئی تن میں جو لیا نامِ محمد"

محمود مقام ان کا ہوا روزِ قیامت — ہیں منبعِ اوصاف وہی قاسمِ نعمت
مجمع ہیں محاسن کے وہ با خلق و مروت — "ہے م مکرر سے عیاں مہر نبوت
مصدر ہے محبت کا سدا نامِ محمد"

ہے ورد و دعا داعیٔ دارین کی دولت — ہر درد کا درمان ہوا اس کو ودیعت
ناز احدیت در دریائے نبوت — "ہے د دلیل کرم و لطف عنایت
داروئے شفا دل کی دوا نامِ محمد"

جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی (معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

کی مکہ مکرمہ واپسی

گزشتہ چند ہفتوں سے ندوہ میں مقیم استاذ الاساتذہ جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب مدظلہ العالی انشاء اللہ ۷/مئی ۲۰۰۴ء کو مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوں گے۔
ندوہ میں اس مدت قیام میں مولانائے محترم کی تصنیفی وتالیفی مصروفیات کے ساتھ تدریسی مشغولیتیں بھی رہیں۔ سلیمانیہ ہال میں کئی دنوں تک درس قرآن کا سلسلہ رہا، علاوہ ازیں حجۃ اللہ البالغہ، حماسہ اور تعبیر وانشاء کے گھنٹوں میں مختلف درجات کے طلبہ نے مولانائے محترم سے استفادہ کیا۔
مکہ مکرمہ سے چند دنوں کے لئے موصوف انشاء اللہ بغرض طبی معائنہ جرمنی بھی تشریف لے جائیں گے۔ ندوہ میں اپنے قیام کے دوران موصوف نہایت مشغول ونشیط رہے۔
مولانائے محترم سے خط وکتابت کرنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کے پتہ پر مراسلت کریں پتہ نوٹ فرمالیں: پوسٹ بکس نمبر ۱۸۸۴، مکہ مکرمہ، مملکت سعودی عربیہ

تعلیم الحدیث

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں

زیر طبع تالیف "ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں نظام معاشرت" کی ایک قسط
(امام بخاریؒ کی تصنیف "الأدب المفرد" کی اردو میں شرح وترجمانی)

حضرت علی ابن ابی طالب ؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب بیماری سے بوجھل ہوگئے تو فرمایا: علی! لکھنے کی کوئی ایسی چیز لے آؤ جس پر میں لکھوں تاکہ میری امت گمراہ نہ ہو۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ باتیں ہم سے پہلے ختم نہ ہوجائیں تو میں نے کہا کہ میں اپنے بازو میں وہ نسخہ لیے ہوئے ہوں اس وقت آپ ﷺ کا سر آپ کے بازو اور کہنی پر تھا اور آپ نے نماز اور زکوۃ کے بارے میں وصیت فرمائی اور اس کے بارے میں جو تمہارے زیردست ہے یعنی غلام، اسی طرح آپ نے کچھ فرمایا کہ آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کرگئی اور آپ کا حکم یہی تھا کہ اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ کی شہادت دیں اور جس شخص نے ان دو باتوں کی شہادت دی اس پر آگ حرام کردی گئی۔

حضرت عبداللہ ؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی دعوت کرے تو اس کو قبول کرو، کوئی ہدیہ مت لوٹاؤ اور (بلاسبب) کسی مسلمان کو مت مارو۔

حضرت مغیرہ ام موسیٰ سے اور وہ حضرت علی ؓ سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بات "الصلاۃ۔ الصلاۃ" نماز کی فکر کرو اور جو تمہارے زیر نگیں غلام اور باندی ہے ان کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

ماتحتوں کے ساتھ بدسلوکی

حضرت ابوالدرداء ؓ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ میں جانوروں کے معالجین سے زیادہ جانوروں کے بارے میں علم رکھتا ہوں، انھوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میں اچھے لوگ کون ہیں اور برے کون ہیں، اچھے وہ ہیں جن سے خیر کی امید کی جائے، اور جن کے شر سے محفوظ رہا جائے، اور برے وہ ہیں جن سے کوئی خیر کی امید نہ ہو اور اس کے شر سے محفوظ نہ رہا جائے، اور اس کا کوئی غلام ہو تو اس کو آزاد نہ کیا جائے۔

حضرت ابن ہانی حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "کنود" (اللہ کے انعامات کا ناشکرا) وہ ہے جو اپنے دادودہش کو روکتا ہو اور کھانے پر تنہا بیٹھتا ہو اور اپنے غلام کو مارتا ہو۔

حضرت حسن سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے اونٹ کے کوہان پر سوار ہے تو غلام سو گیا اور یہ شخص ایک کپڑے میں آگ لگا کر اس کے منھ پر ڈال دیا وہ لڑکا کنویں میں گر گیا، جب صبح ہوئی تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اس کے چہرے پر نشان دیکھا تو آزاد کردیا۔

جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا

حضرت ابوہریرہ ؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے انسانوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی روح سے فرمائے کہ نکل تو وہ کہے گی کہ مجبور ہو کر ناپسندیدگی کی حالت میں نکلتی ہوں۔

کسی شخص کا اپنے بھائی کی مدد کرنا

حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ایمان باللہ" اور اللہ کے راستہ میں جہاد" پھر پوچھا گیا کس غلام کا آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور اپنے مالکوں کے نزدیک سب سے عمدہ ہو۔ پھر فرمایا کہ کیا حکم ہے اگر میں کوئی کار خیر نہ کرسکوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی مدد کرو جس کا وسیلہ معاش کچھ نہ رہا ہو، یا وہ جس کے ہاتھ میں کوئی ہنر نہ ہو پھر فرمایا کیا حکم ہے اگر میں کمزور پڑجاؤں (یعنی میرے پاس کوئی خدمت کا ذریعہ نہ رہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تم اپنی جان کا ادا کرتے ہو۔

جو دنیا میں صاحب خیر ہے وہ آخرت میں بھی صاحب خیر ہے۔

حضرت قبیصہ بن برمہ الاسری سے راوی نے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جایا کرتا تھا اور آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ اس دنیا میں صاحب خیر آخرت میں بھی صاحب خیر شمار ہوں گے اور دنیا میں بدی کرنے والے آخرت میں بھی بدی کرنے والوں کے ساتھ ہوں گے۔

(معروف کے معنی ہیں وہ بات جس کو فطرت انسانی پہچانتی ہے اور وہی بات ایک صالح انسان کا طریقۂ عمل ہوتی ہے۔ اور منکر اس کو کہتے ہیں جو نہ

پہچانا جائے اور اس سے مقصود وہ کام ہے جس کو فطرت پہچانتی ہے اور انسان کی صحیح حس اس کا انکار کرتی ہے)

حضرت حبان بن عاصم کہتے ہیں۔ جن کے نانا حرملہ تھے۔ کہ مجھ سے صفیہ بنت علیبہ اور دحیبہ بنت علیبہ۔ ان دونوں کے دادا حرملہ تھے۔ وہ حرملہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ گھر سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ آپ کے پاس مقیم رہے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ ان کو پہچاننے لگے، جب ان کا انتقال ہوگیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ضرور جاؤں گا تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو تو میں چل کر آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور میں نے کہا، آپ ﷺ مجھے کس کام کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے حرملہ! معروف پر عمل کرو اور منکر سے پرہیز کرو۔ پھر میں اپنی سواری کے پاس آیا، پھر آگے بڑھا، اور ان سے قریب جگہ پر کھڑا ہوگیا، اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے حرملہ معروف کی پابندی کرو اور منکر سے مکمل پرہیز کرو۔ اور جب تم لوگوں کے پاس سے اٹھنے لگو تو اس بات پر غور کرو کہ تم اپنے بارے میں لوگوں کی کیا بات سننا پسند کرتے ہو تو اس کے مطابق کام کرو اور یہ کہ کون سی بات اپنے بارے میں ناپسند کرتے ہو تاکہ اس سے پرہیز کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کے پاس سے واپس آیا تو سوچا کہ ان دونوں جملوں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

حضرت معمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث جو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے اپنے والد سے ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ جو دنیا میں اہل معروف ہیں وہی آخرت میں اہل معروف ہوں گے۔ میں نے یہ حدیث ابوعثمان سے سنی جو حضرت سلمان سے روایت کرتے ہیں اور میں اس وقت جان گیا کہ اس کا کیا مفہوم ہے، میں نے اس کو کسی سے ذکر نہیں کیا تھا۔

اچھے کام کا راستہ بتانا

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری سواری ضائع ہوگئی ہے مجھے سواری عنایت فرمادیجئے۔ فرمایا میرے پاس تو کوئی سواری نہیں ہے لیکن آپ فلاں صاحب کے پاس جایئے ممکن ہے وہ آپ کے لیے سواری کا بندوبست کردیں وہ صاحب اس شخص کے پاس گئے تو اس نے سواری دیدی وہ پھر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور بتایا (اس پر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر کسی نے بھلائی کا راستہ بتادیا تو اس کو بھی وہی اجر ملے گا جو اس کام کے انجام دینے والے کو ملے گا۔

زبردست نٹ ورک کے سامنے ایک ضمنی یا جزوی کوشش ہے اور فنی اور تکنیکی لحاظ سے کمزور اور بے اثر۔

بقیہ: غیر جانبدار وسائل ابلاغ کی ضرورت•

بعض شخصیات اسلامی تصور کے مطابق، فلمیں یا ویڈیو بھی تیار کرتے ہیں، یا رپورٹیں یا خبر رسانی کا کام بھی کررہے ہیں، لیکن ان کے وسائل محدود ہیں، ان کو حکومتوں یا مالی صلاحیت رکھنے والوں کی طرف سے کوئی بڑی مدد نہیں ملتی، لیکن یہ اپنے محدود وسائل کے ساتھ اسلام دشمن وسائل ابلاغ کی جانب سے شائع ہونے والے غلط تصورات و معلومات کی تصحیح کی کوشش کرتی ہیں، یہ کوششیں ذاتی و شخصی سطح پر ہورہی ہیں، اور مغرب کے ہمنوا ادارے اور سرکاری ادارے ان محدود وسائل کو بھی ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور ارباب اقتدار کو ان کے کنٹرول کرنے پر اکساتے رہتے ہیں۔

مغرب میں اسلام کی صورت کو مسخ کرنے اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے میں اخبارات ورسائل اور ذرائع نشر واشاعت کو بڑا دخل ہے، یہ مستشرقین کے اعتراضات اور صلیبیوں کے ان باطل مفروضات کو دہراتے رہتے ہیں، جو سامراج ومغربی بیداری کے زمانے میں اسلام کے متعلق گڑھے گئے، یہ اخبارات ومجلات اور ذرائع ابلاغ اپنے ملکوں کی حکومتوں کو اسلام کے نام نہاد خطرہ سے خوفزدہ کرتے رہتے ہیں اور اسلام کے خلاف جارحانہ کارروائیوں کو جائز ٹھہراتے ہیں اور عالم اسلام کی صورت کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں۔

عالم اسلام کے اخبارات ووسائل اور ذرائع نشر واشاعت کا انحصار مغربی ذرائع ابلاغ پر ہونے کی وجہ سے وہ اکثر ان کے تصور کی اشاعت کرتے ہیں، عالمی میڈیا نے اسلام کو تمدن کے لئے اور یورپ کے امن وسلامتی کے لئے خطرہ قرار دیا ہے، ساری دنیا کو اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوف ودہشت میں مبتلا کردیا ہے اور اسلام کو دہشت گردی اور تخریب وفساد کا مذہب قرار دیا ہے، حالانکہ اسلام رحمت والفت، اور امن وآشتی کا مذہب ہے، جس میں ان تمام پریشانیوں اور مسائل کا حل موجود ہے جن سے آج پوری انسانیت سرکش مادیت اور یورپین سامراج کے غلبہ وتسلط کی وجہ سے دوچار ہے۔

آج ایسے طاقتور، سنجیدہ اور بامقصد اسلامی میڈیا کی ضرورت ہے جو حق وصداقت، عدل وانصاف، اعتدال وتوازن، تحقیق وجستجو، حقیقت پسندی اور غیر جانب داری سے کام لے، اور جس کی رسائی عام انسان تک ہو تاکہ دنیا صحیح حالات وحوادث سے واقف ہو، اور صحیح رائے قائم کرسکے یہ کام صرف اسلام اور مسلمانوں ہی کے حق میں نہیں ہوگا، بلکہ اس سے انسانی دنیا کو بھی فائدہ پہنچے گا، اور اس کو حقیقت سے واقفیت حاصل ہوگی، آزاد اور غیر جانب دار میڈیا، اور حق گو میڈیا پوری انسانیت کی ایک ضرورت ہے۔ ❁❁❁

ہم دین کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کریں

پرسنل لا کا اصل میدان اجتماعی اور سماجی احکام ہیں

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا دھباد میں ایک خطاب

ترتیب وپیشکش: مولانا اقبال احمد ندوی

حضرات! میرے لئے سعادت اور مسرت کی بات ہے کہ مجھے یہاں حاضر ہونے اور آپ سے خطاب کرنے کا موقع ملا حقیقت یہ ہے کہ آپ بھی حضرات ملت کے بارے میں اچھا جذبہ رکھتے ہیں، اور دینی کاموں میں شریک ہوتے ہیں، آپ اس موقع پر تشریف لائے تاکہ دین کی باتیں سنیں، یہ بھی آپ کے دینی جذبہ کا ثبوت ہے، انشاء اللہ آپ علماء کا خطاب سنیں گے، آپ کے سامنے دین کی باتیں رکھی جائیں گی، امت اسلامیہ کے فائدہ کی بات ہوگی، آپ کا یہاں اور اس وقت اتنی بڑی تعداد میں دین کی باتیں سننے کے لئے جمع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک اس کی اہمیت ہے، اور آپ اس کی قدر وقیمت پہچانتے ہیں، اگر آپ کے نزدیک اس کی اہمیت نہ ہوتی تو آپ یہاں نہ آتے، انشاء اللہ آپ کو یہاں آنے، اللہ ورسول ﷺ کو یاد کرنے اور دین کی باتیں سننے کا اجر ملے گا، یہ پسندیدہ عمل اور مقبول عمل ہے، اور اللہ کے یہاں اس پر اجر ملتا ہے، یہ ذکر خدا اور رسول اور پند وموعظت کی مجلسیں فائدہ سے خالی نہیں ہوتیں، حدیث شریف میں آتا ہے: ﴿لا یقعد قوم یذکرون اللہ عز وجل إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت علیهم السکینة، وذکرهم اللہ فیمن عنده﴾ (مسلم شریف) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں۔ اس حدیث شریف کی رو سے آپ اس وقت فرشتوں کے جھرمٹ میں اور اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ ملأ اعلیٰ اور فرشتوں کی مجلس میں آپ کا تذکرہ فرمارہے ہوں گے، اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی؟۔

> دین کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے میں اس امت نے اپنا ایک وقار قائم کر رکھا ہے، دین کے معاملہ میں ہر طرح کی قربانی دینا، خواہ وہ جان کی قربانی ہو یا مال کی یا وقت کی، اس امت کا شعار ہے، اور اس میں یہ امت ممتاز ہے، دنیا کی کسی اور قوم میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب کے لئے اتنی قربانی دے، یہ اس امت کے خیر امت ہونے کی دلیل ہے

حضرات! اللہ تعالیٰ نے دین ودنیا دونوں بنائے ہیں، اور دونوں سے متعلق احکامات دیئے ہیں، حدیث میں آتا ہے: ﴿الدنیا مزرعة الآخرة﴾ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، نیز یہ دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزاء ہے، دین کا تعلق آخرت سے ہے، اور مسلمان اس دنیا میں عمل کرتا ہے تاکہ آخرت میں اس کو اس کا فائدہ پہونچے، ہماری زندگی کی نوعیت دوہری ہے، ایک کا تعلق دنیا سے ہے، اور دوسری کا تعلق دین سے، لیکن دنیوی معاملات میں بھی نیت اگر اچھی ہو تو دنیا دین بن جاتی ہے، جب کہ دنیا کے معاملات میں بھی اللہ کی رضا، سنت کی پیروی اور اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی نیت ہو، اتنی بڑی تعداد میں آپ یہاں تشریف لائے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نیت اچھی ہے، اور ﴿إنما الأعمال بالنیات﴾ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، آپ دین کی باتیں سننے کے لئے آئے ہیں، انشاء اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔

> لیکن دنیوی معاملات میں بھی نیت اگر اچھی ہو تو دنیا دین بن جاتی ہے، جب کہ دنیا کے معاملات میں بھی اللہ کی رضا، سنت کی پیروی اور اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی نیت ہو

دین کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے میں اس امت نے اپنا ایک وقار قائم کر رکھا ہے، دین کے معاملہ میں ہر طرح کی قربانی دینا، خواہ وہ جان کی قربانی ہو یا مال کی یا وقت کی، اس امت کا شعار ہے، اور اس میں یہ امت ممتاز ہے، دنیا کی کسی اور قوم میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب کے لئے اتنی قربانی دے، یہ اس امت کے خیر امت ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے کامیابی کی طرف اشارہ ملتا ہے، اگرچہ مسلمانوں میں انفرادی طور پر بعض خرابیاں پائی جاتی ہیں، لیکن من حیث القوم یہ امت دین سے جڑی ہوئی اور اس سے وابستہ ہے، بعض خرابیوں کو دیکھ کر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں میں دین کا جذبہ موجود ہے، اور جب جذبہ ہو، اور دین کے لئے کوشش ہو تو اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا﴾ (سورۃ العنکبوت: ۶۹) یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھاویں گے، اور بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اخلاص والوں کے ساتھ ہے۔ لیکن ہر چیز کا تعلق آدمی کے ارادہ اور اس کی نیت سے ہوتا ہے، ارادہ ہو تو مشکل کام بھی آسان ہوجاتا ہے، اگر اس امت میں ارادہ پیدا ہوجائے تو اس کی خرابیاں خود بخود دور ہوجائیں، اور یہ دین کے راستہ پر چل پڑے۔

محترم حضرات! ابھی میرے تعارف کے سلسلہ میں آپ کے سامنے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا تذکرہ آیا، چونکہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی ذمہ داری مجھ پر ہے، اور میں بھی اس کا ایک خادم ہوں، اس لئے اس کے تعلق سے کچھ باتیں عرض کرتا ہوں۔

> تعاون دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تعاون مادی ہوتا ہے وہ بھی مسلمانوں کو کرنا چاہئے، اور ماشاء اللہ کر رہے ہیں، اور ایک تعاون معنوی ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ مسلمان اپنے عمل سے شریعت کا تحفظ کریں۔

حضرات! یہ پرسنل لا کیا ہے؟ ہمیں اس کی اہمیت اور ضرورت سمجھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے یہ نظام بنایا ہے کہ ہر کام میں اللہ کی رضا پیش نظر رہے، اور سنت کی پیروی ہو۔ شریعت کے جو احکام ضروری ہیں ہر مسلمان کو ان پر عمل کرنا چاہئے، ان میں سے کچھ احکام انفرادی ہیں، جیسے نماز روزہ وغیرہ، اور کچھ اجتماعی اور سماجی ہیں، جیسے میراث، نکاح و طلاق وغیرہ، اور پرسنل لا کا اصلی میدان یہی اجتماعی اور سماجی احکام ہیں، اور یہی مسائل اس میں زیر بحث آتے ہیں۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں یہ مسئلہ اٹھا کہ سارے ملک کے لئے یکساں سول کوڈ نافذ ہو، جو مسلموں اور غیر مسلموں سب کے لئے واجب العمل ہو، اس میں دینی و دنیاوی دونوں طرح کے معاملات داخل تھے، یہ بہت بڑا خطرہ تھا، اس میں ہمارے دین کو بدل دینے کی کوشش اور سازش تھی، ہمارے علماء نے اس کو محسوس کیا، اور یہ بورڈ قائم کیا تاکہ اس کے ذریعہ اجتماعی کوشش کی جائے، اور کسی بھی کام میں اجتماعی کوشش کا فائدہ ہوتا ہے، چنانچہ بورڈ کو کامیابی ملی، اور اس کی کوششوں کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں، اب مسلمانوں کا کام ہے کہ بورڈ کو اپنے مقاصد میں ان سے تعاون ملے، تعاون دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تعاون مادی ہوتا ہے وہ بھی مسلمانوں کو کرنا چاہئے، اور ماشاء اللہ کر رہے ہیں، اور ایک تعاون معنوی ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ مسلمان اپنے عمل سے شریعت کا تحفظ کریں، ایسا نہ ہو کہ ہم حکومت سے اور دوسروں سے پرسنل لا کی حفاظت کا اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کئے جانے کا مطالبہ کریں اور خود اس سے انحراف کریں، ایسی صورت میں ہماری آواز میں وزن نہیں رہے گا، اس لئے ضرورت ہے کہ ہماری زندگی میں شریعت کا تحفظ ہو، اور یہ تحفظ اس طرح ہوگا کہ ہم علماء کرام سے مسائل معلوم کرکے ان پر عمل کریں، یہ دین اسی وجہ سے باقی ہے، اور اسی طرح باقی رہے گا کہ اس پر عمل ہو، یہ دین جو اب تک بدل نہیں سکا، تو اس کی وجہ یہی ہے، جب کہ دوسرے ادیان و مذاہب بدل گئے، خود ان کے ماننے والوں نے انہیں بدل دیا، اور وہ اس طرح کہ آسان احکام پر تو عمل کیا اور مشکل احکام کو چھوڑ دیا، اس لئے دوسرے ادیان و مذاہب سب کے سب بدل گئے سوائے اسلام کے۔

> یہ دین اسی وجہ سے باقی ہے، اور اسی طرح باقی رہے گا کہ اس پر عمل ہو، یہ دین جو اب تک بدل نہیں سکا، تو اس کی وجہ یہی ہے، جب کہ دوسرے ادیان و مذاہب بدل گئے، خود ان کے ماننے والوں نے انہیں بدل دیا، اور وہ اس طرح کہ آسان احکام پر تو عمل کیا اور مشکل احکام کو چھوڑ دیا، اس لئے دوسرے ادیان و مذاہب سب کے سب بدل گئے سوائے اسلام کے۔

یہ اسلام کا معجزہ ہے کہ باوجود دشمنان اسلام کی ساری کوششوں کے بدل نہیں سکا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کو محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (سورۃ الحجر ۹) ہم نے قرآن نازل کیا ہے، اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ اس طرح گویا اللہ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے کہ دین کی حفاظت کرے گا، اور اس کے ماننے والوں کی بھی حفاظت کرے گا، بلکہ ہر اس چیز کی حفاظت کرے گا جس کا تعلق کتاب اللہ سے ہو، تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمانوں پر بہت سخت حالات آئے لیکن وہ باقی رہے، اور دین میں تحریف کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں۔ خود ہمارے ملک ہندوستان میں تقسیم کے وقت حالات اتنے خراب تھے کہ مسلمانوں پر زمین تنگ ہوگئی تھی، بظاہر ان کا اس ملک میں رہنا مشکل تھا، لیکن اللہ کا فیصلہ تھا کہ مسلمان اس ملک میں رہیں گے، اور الحمد للہ ہیں، بلکہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ پوری دنیا میں مسلمان باقی رہیں گے، کتاب سے جن جن کا تعلق ہے سب کی حفاظت کرنے کا اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے۔ سارے اسباب و وسائل قرآن کی حفاظت کے مقرر ہوئے، اس پر عمل کرنا یہ بھی اس کی حفاظت ہے۔

اس امت کے ساتھ جو حوادث پیش آتے ہیں ان کی حیثیت امراض کی ہے، امراض دوا، علاج سے اچھے ہو جاتے ہیں، اسی طرح یہ حوادث بھی علاج سے جاتے رہیں گے، اور ان کا علاج دین پر اور شریعت پر عمل کرنا ہے۔ اس امت کی تاریخ میں بارہا ایسا محسوس ہوا کہ شاید اب یہ امت ختم ہو جائے گی لیکن یہ پھر ابھر آئی، اور اپنی زندگی کا ثبوت دیا، اسی کو علامہ اقبال نے کہا ہے:

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

> اس امت کے ساتھ جو حوادث پیش آتے ہیں ان کی حیثیت امراض کی ہے، امراض دوا، علاج سے اچھے ہو جاتے ہیں، اسی طرح یہ حوادث بھی علاج سے جاتے رہیں گے، اور ان کا علاج دین پر اور شریعت پر عمل کرنا ہے۔

اس خطہ میں دین کے نام پر اتنے آدمیوں

کا جمع ہو جانا دین کا ایک معجزہ ہے، باوجود گناہ اور معاصی کے آپ کچھ افراد کو ضرور دین پر عمل کرنے والا پائیں گے، انہیں کے طفیل میں دنیا میں برکتیں نازل ہوتی ہیں نعمتیں نازل ہوتی ہیں، ہم ان کے ممنون ہیں جو دین کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں، تعلیمات قرآن کو اپنی زندگی میں جاری کرنا اور سنت سے احکام اور اس کا طریقہ معلوم کرنا یہ دین کی حفاظت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم دی ہے اگر ہم اس کا جائزہ لیں تو وہ ہمیں اپنی اصلی شکل میں ملے گی، طریقہ وہی ہے، صورت شکل وہی ہے، اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی، ہاں ایمان کی، اخلاص اور جذبہ کی کمزوری ہو سکتی ہے، لیکن طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، اس سے دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، اور دین کی حفاظت ہوتی ہے۔

> اللہ کا فیصلہ تھا کہ مسلمان اس ملک میں رہیں گے، اور الحمد للہ ہیں، بلکہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ پوری دنیا میں مسلمان باقی رہیں گے، کتاب سے جن جن کا تعلق ہے سب کی حفاظت کرنے کا اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے۔

حضرات! ہمارا بقا قرآن و سنت سے مربوط ہے، یہ امت جب تک دین سے وابستہ رہے گی تب تک باقی رہے گی، ہم دین سے جتنے دور ہوں گے خطرہ اتنا ہی بڑھے گا، مسلمانوں پر جب بھی مصیبت آئی ہے ان کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں آئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم﴾ (سورۃ الشوریٰ: ۳۰) اور تم کو (اے گنہگارو!) جو کچھ مصیبت پہونچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہونچتی ہے۔ جہاں دین پر صحیح طور پر عمل ہوتا ہے وہاں امتحانات و مصائب بہت کم پیش آتے ہیں، ہم جو اب تک زندہ ہیں، تو ہمارے بزرگوں نے جو اصلاح کا کام کیا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے محنت کی اور باہر سے آئے لوگوں سے ملے تاکہ دین باقی رہے، یہ ان کی محنت کا صلہ ہے کہ ہم اس ملک میں عزت کے ساتھ ہیں، لیکن اسے یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گا، ہمارے لئے ہمارے بزرگوں نے محنت کی، اب ہمیں اپنے بعد آنے والی نسل کے لئے محنت کرنی ہے، ہم نئی نسل کی تربیت کریں، ان کی اصلاح کریں، انہیں دین کے راستہ پر لگائیں، اسی میں ہماری بقا اور ہماری زندگی ہے، یہ اللہ کا کرم ہے کہ ہم زندہ ہیں، اور فائدہ اٹھا رہے ہیں، اگر ہم دین پر عمل کریں، اور اپنی زندگیوں میں شریعت کو نافذ کریں تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے زیادہ عزت عطا فرمائے گا، لیکن کوتاہی کی صورت میں مسائل اور مصائب پیش آئیں گے، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے، وہ اپنے دین کی حفاظت کا کام کسی سے بھی لے سکتا ہے، ہم نہیں ہوں گے لیکن یہ دین باقی رہے گا، ہمارے لئے سعادت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ سے اپنے دین کی حفاظت اور بقا کا کام لے، تاریخ میں اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض ممالک میں مسلمان بالکل ختم کردیئے گئے، جب کہ انہوں نے دین پر عمل کرنا چھوڑ دیا، یہ بات ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ ہمارے معاملہ میں کامیابی و عزت اور زندگی و بقا سب دین کے ساتھ مربوط ہے۔

> یہ بات ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ ہمارے معاملہ میں کامیابی و عزت اور زندگی و بقا سب دین کے ساتھ مربوط ہے۔

مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں میں عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا کہ مسلمانوں کو اجتماعی طور پر اس کی حفاظت کی توفیق ملی، اس سلسلہ میں مولانا منت اللہ صاحب رحمانی نے بڑا کام کیا، اور قربانی دی، وہ اسی علاقہ کے رہنے والے تھے، ان کی کوششوں کے نتیجہ میں دین میں تبدیلی نہیں کی جاسکی، اور اب بھی اس کی نگرانی ہو رہی ہے کہ تبدیلی نہ ہو، اب مولانا سید نظام الدین صاحب محنت کر رہے ہیں، یہ اس صوبہ (بہار و جھارکھنڈ) کے لئے فخر کی بات ہے کہ یہاں کے لوگ شریعت کا تحفظ کرنے میں پیش پیش تھے اور اب بھی ہیں، یہ علاقہ پسماندہ سمجھا جاتا ہے لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں ہے، یہ پسماندگی تھوڑی کوشش سے دور ہو سکتی ہے، محنت سے یہ علاقہ دوسرے علاقوں سے آگے بڑھ سکتا ہے، اللہ نے جو صلاحیت اور وسائل دیئے ہیں، ان سے کام لیا جاسکتا ہے، بس ارادہ کی ضرورت ہے، یہ جو جلسے جلوس ہوتے ہیں، اجتماعات اور کانفرنسیں ہوتی ہیں ان کا نتیجہ نکلنا چاہئے، ان کا کم از کم یہ فائدہ ضرور ہونا چاہئے کہ ہمارے اندر ارادہ پیدا ہو جائے، دین کی فکر پیدا ہو جائے، اور اس بات کی فکر کہ ہم دین کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں نافذ کریں، اس سے اللہ کی نعمتیں نازل ہوں گی، اور ہم عزت سے رہیں گے، اور ہمارا یہ مقام صدیوں رہ چکا ہے، ضرورت ہے کہ ہم پھر اس مقام کے لائق بنیں، دنیا کی قیادت کے اہل بنیں، اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہم دین کو نافذ کرنے کا ارادہ کریں اور اللہ کی نعمتوں اور برکتوں کے مستحق ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے نیک ارادوں میں کامیاب فرمائیں۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

جناب مولانا عبد اللہ حسنی اور مولانا محمود حسنی کا دینی و دعوتی دورہ

استاذ حدیث جناب مولانا سید عبد اللہ حسنی صاحب اور مولانا محمود حسن حسنی معاون مدیر تعمیر حیات مدھیہ پردیش و راجستھان کے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے۔

ان علمائے کرام کا یہ دورہ دینی و دعوتی نوعیت کا تھا اپنی تقریروں کے ذریعہ ان حضرات نے امت مسلمہ کو متوجہ کیا کہ وہ اپنے رب کی اطاعت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کو اپنا شعار بنائیں اسی راستہ سے دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ یہ اطلاع جناب محمود حسن حسنی نے دی ہے

نقطۂ نظر

غیر جانبدار وسائل ابلاغ کی ضرورت

مولانا محمد واضح رشید ندوی

فلسفۂ تعلیم اور اس کے اعتبار سے نصابِ تعلیم، اور اہلِ علم ودانش کا طرز زندگی، نئی نسل کی ذہن سازی اور معاشرہ کی تشکیل کے اہم عناصر سمجھے جاتے ہیں، لیکن تعلیم وتربیت کے وسائل اور علمی کتابوں کے اثرات اہل علم اور ان سے تعلق رکھنے والوں تک محدود رہتے ہیں۔

علم کا دائرہ اثر اس لئے محدود رہتا ہے کہ وہ ان حلقوں پر اثر انداز ہوتا ہے جو اس سے استفادہ کرتے ہیں اور ان میں غور وفکر کی صلاحیت ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں ادب وفن کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، اگرچہ اس کا تعلق بھی اہل علم وفکر سے ہوتا ہے، لیکن اس سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ علم سے استفادہ کرنے والوں سے وسیع ہوتا ہے، ادب شعور و وجدان کو ابھارتا ہے، اور علم صرف فکر کو متاثر کرتا ہے، ادب بالخصوص قصے، کہانیاں اور ڈرامے ذہن سازی کے مؤثر ترین ذرائع سمجھے جاتے ہیں، لیکن علم کے مقابلہ میں ان ذرائع ووسائل پر ایسے اصحاب قلم وفن کا قبضہ رہتا ہے جن کا مقصد فکری اور نظریاتی افادیت سے زیادہ مادی مصالح ہوتے ہیں، اس کا ثبوت قصہ نگاری اور شعر وفن کے رجحان سے ملتا ہے، عصر حاضر کی عربی قصہ نگاری اور شاعری کے مطالعہ سے اس کی توثیق ہوتی ہے، یہ دونوں قسمیں ایسے عناصر کے زیر اثر ہیں جن کی نشو ونما اسلامی ماحول کے بجائے غیر اسلامی ماحول میں ہوئی، ان ادیبوں اور فنکاروں نے مغربی زندگی اور مغربی علوم وفنون وآداب سے اپنے خیالات وتصورات اخذ کئے اور ان کو قابل تقلید ونمونہ زندگی وآئیڈیل بنا کر پیش کیا، ان میں سے بعض ادیبوں اور فنکاروں نے مشرقی معاشرہ کی بری تصویر پیش کی، اور مغربی ماحول کی اچھی تصویر پیش کی، اخلاق اور مذہب سے آزادی کی دعوت دی، اسی طرح صحافت پر بھی ایسے ہی عناصر غالب رہے جنہوں نے اس کو مادی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا، قصہ، صحافت اور شاعری کا تعلق عوام اور خواص دونوں سے ہے، علم کا تعلق صرف خواص سے ہے، ان ادیبوں اور فنکاروں نے ذہن ودماغ، اور قلب ونظر کو اہل علم سے زیادہ متاثر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علم فکر کی تشکیل کرتا ہے، فن وادب عام مذاق کی تشکیل کرتے ہیں، نئے انداز فکر وخیال اور طرز حیات کو اختیار کرنے کا ذہن بناتے ہیں، یہی ذرائع انسان میں شک ویقین کا جذبہ اور نفرت کے احساسات پیدا کرتے ہیں، اس کے شعور کو پروان چڑھاتے ہیں، اس کے فہم وادراک کو بگاڑتے بھی ہیں، بناتے بھی ہیں۔

حکماء اور مفکرین میں دونوں طرح کے عناصر ملتے ہیں، تعمیری عناصر، اور تخریبی عناصر، لیکن ادب اور فن پر غلبہ ہمیشہ ایسے عناصر کا رہا ہے، جن کا رجحان شر کی تصویر کی طرف زیادہ رہا ہے، انہوں نے جو جذبات واحساسات اور رجحانات پیدا کئے وہ مذہب اور اخلاق سے مطابقت نہیں رکھتے، بعض اہل ادب وفن اخلاق اور مذہب سے آزادی کے داعی ہیں، اس رجحان کی وجہ سے اہل خیر عناصر جو ذہن کی اخلاقی اور اپنی تعمیر کا کام کرسکتے ہیں، ان ذرائع سے اپنے کو دور رکھتے رہے، اور ان کے دور رہنے کی وجہ سے شر کو ترجیح دینے والے عناصر ان سب ذرائع پر غالب رہے۔

موجودہ دور میں ذہن سازی کے وسائل میں میڈیا کا اضافہ ہوا جو زندگی کی تعمیر، خیر وشر کی تمیز، اچھے اور برے کی تفریق کرنے میں کتابوں میں محفوظ علم سے زیادہ مؤثر ثابت ہوا ہے کیونکہ اس کا دائرہ اثر بہت وسیع اور ہمہ گیر ہے، یہ سمعی وبصری ذرائع پر مشتمل ہے، جو جذبات بھڑکانے اور رائے عام کو ہموار کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں، اور ان کا اثر ونفوذ بہت گہرا اور مستحکم ہے، خاص طور سے الیکٹرانک میڈیا جس نے پورے عالم کو ایک گاؤں میں تبدیل کردیا ہے، اور پوری نوع انسانی کو اپنے زیر اثر لے لیا ہے، اس کا اثر صحافت سے زیادہ وسیع ہے اور اس سے زیادہ مؤثر، اس لئے کہ وہ کان، آنکھ اور قلب وفکر پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔

ان وسائل کی اثر آفرینی وتاثیر کو کنٹرول کرنے کے کئی ذرائع ہیں، ایک ذریعہ وہ ہے جو اشتراکی ملکوں میں رائج ہے، اور وہ اسکی آزادی کو سلب کرنا یا محدود کرنا ہے، اس طرح اشتراکی ملکوں میں میڈیا پورے طور پر حکومت کی پالیسی اور اس کے ایجاد کردہ نظام کے کنٹرول میں ہوتا ہے، اسی طرح تعلیم وتربیت کا بھی اس نظام میں ایک خاص فلسفہ ہے، یہ حکومتیں قارئین اور مشاہدین کو اپنی فکر کے تابع بناتی ہیں، اور آزادیٔ رائے کے مغربی تصور کو قبول نہیں کرتیں۔

غیر اشتراکی ملکوں کے وسائل ابلاغ کسی فکر و فلسفہ کے پابند نہیں، ان کا مقصد مقبولیت، اور مادی فوائد کا حصول ہے، سنسنی خیز، اخلاق سوز مواد، جرائم کی تصویر کشی اور سامراجی مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسے تجزیوں اور رپورٹوں کو پیش کرنا ہے جن سے ان کے تصور کی اشاعت ہو، ان میں اکثر ذرائع پر صیہونی حلقوں کا کنٹرول ہے، یا کاروباری ذہن رکھنے والے عناصر کا۔ وہ ان وسائل کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں، یہ وسائل عالم اسلام کی تاریک تصویر پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں سے متعلق خبروں کو اپنے تصور کے مطابق سلبی رنگ دیتے ہیں، ان کے ہر عمل کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑتے ہیں اور تمدن دشمنی سے، چاہے وہ علمی ہو یا اقتصادی، اس کے مقابلہ میں یہودی کارروائیوں کو اور عیسائی ملکوں کے واقعات کو انسانی ترقی، علمی خدمات اور امدادی سرگرمیوں سے جوڑتے ہیں۔

موجودہ اسلامی معاشرہ کو ایسے میڈیا کی ضرورت ہے جو نہ بالکل آزاد ہو، کہ اس کے پیش کرنے والے اپنی خواہش کے مطابق جو چاہیں خیر وشر نشر کریں اس طرح کی آزادی حقیقت میں یورپ کے ذرائع ابلاغ میں بھی نہیں پائی جاتی، یورپین میڈیا مسیحی اور یہودی فکر کی نمائندگی کرتا ہے، اور اسلام اور مسلمانوں سے متعلق ہر چیز کے بارے میں جانبدارانہ موقف اختیار کرتا ہے، اسی طرح اشتراکی ممالک کے میڈیا کی طرح بھی نہ ہو کہ خارجی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، اور صرف پارٹی کی پالیسی کا پابند ہو، اور معاشرہ کے مسائل سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو، قوم کے احساسات وجذبات کو نظر انداز کیا جائے، بلکہ ایسے میڈیا کی ضرورت ہے جو صالح اور مصلح ہو، بنیادی اصول وضوابط کا پابند ہو، اس میں ذمہ داری کا احساس ہو، اور تعمیری نقد کی بھی اس میں گنجائش ہو، اس سے استفادہ کرنے والی اکثریت کے قومی ومذہبی اور سماجی رجحانات کا بھی لحاظ ہو، لیکن اس طور پر کہ انفرادی واجتماعی زندگی کے اسلامی تصور کے خلاف نہ ہو، لیکن یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمانوں کے پاس آزاد، اور ترقی یافتہ خبر رساں ایجنسیاں ہوں، جو اخبارات ورسائل کو صحیح معلومات فراہم کریں، ان کے اپنے اخبارات ورسائل ہوں اور اپنے مراسلین اور رپورٹر ہوں جو احساس ذمہ داری کے ساتھ خبروں کو انتخاب کریں، اور وسائل ابلاغ کو ضرورت کے مطابق مواد مہیا کریں، اور واقعات پر جرأتمندانہ، انصاف پسندانہ، اور بے لاگ تبصرہ کریں، اور حالات کا صحیح مقتضا وتجزیہ پیش کریں، وہ فنی لحاظ سے ایسے معیار پر ہوں جن کو غیر اسلامی وسائل ابلاغ بھی قبول کرسکیں۔

ریڈیو اور ٹیلیویژن صحافت سے زیادہ مؤثر اور مقبول عام ہیں، کیونکہ صحافت کا دائرہ ذہن جغرافیائی حدود کا پابند ہے، لیکن ریڈیو کا دائرہ اس سے وسیع ہے کیونکہ اس کو بچے، جوان، مرد عورتیں، بڑے وبوڑھے چھوٹے بڑے، پڑھے لکھے اور غیر تعلیم یافتہ سب سنتے ہیں لیکن ٹیلویژن اس سے کہیں زیادہ مؤثر اور مقبول ہے، اس لئے کہ ٹیلیویژن واقعہ کو مصور ومجسم پیش کرتا ہے، موجودہ زندگی ان وسائل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی، کیونکہ یہ وسائل انسان کو خارجی فضا بلکہ خارجی دنیا سے جوڑتے ہیں۔

لوگوں کو متاثر کرنے والے وسائل میں انٹرنیٹ، ویڈیو، فلمیں، اور ڈرامے بھی ہیں، یہ وسائل بھی ذہن سازی، ذوق کی تعمیر اور معاشرہ کی تشکیل میں بڑا حصہ لیتے ہیں، اور معاشرہ کو نئے نئے رجحانات، فیشن، نئے طرز زندگی اور لوگوں کے معاملات سے واقف کراتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نئے وسائل و ذرائع بڑی تاثیر وکشش کے حامل ہیں، اور یہ سارے وسائل غیر اسلامی عناصر کے قبضہ میں ہیں، معاشرہ کو دشمنان اسلام کے پروپیگنڈوں اور سازشوں کے مقابلہ میں نئی نسل کی تشکیل وتربیت، اور نئے معاشرہ کی تعمیر کے لئے ان تمام وسائل کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بغیر تخریبی طاقتوں کے ان تمام ذرائع پر قبضہ کرکے ایک فکری انقلاب پیدا کرنے اور معاشرہ کو نئے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کا ہم مقابلہ نہیں کرسکتے، اس وقت علم، ادب اور فن پر غیر اسلامی عناصر کا پورا کنٹرول ہے، اسی طرح ان سارے میدانوں پر ان کا کنٹرول ہے، جو عوام وخواص کے ذہنوں کو متاثر کرتے ہیں، انسانی اخلاق واقدار اور مثالی روایات کے خلاف یہ سارے وسائل استعمال ہو رہے ہیں، یہ ذرائع بھلائیوں اور اچھائیوں کے مقابلہ میں برائیوں اور فواحش ومنکرات کو زیادہ پھیلاتے ہیں، اسی طرح یہ تخریبی ادارے عورت کے استحصال کے تصور کو آزادیٔ نسواں کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

اگر مسلمانوں کی نئی نسل کی تربیت کے لئے ایک نئے فلسفۂ تعلیم، اور نظام تعلیم کی ضرورت ہے تو ان کو ذرائع ابلاغ کو بھی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نئے طرز پر ڈھالنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے صحافیوں، تجزیہ نگاروں، اور فنکاروں کی ایک ایسی نسل تیار کئے جانے کی ضرورت ہے جو اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہو، اور انسان وزندگی کے تئیں اسلامی تصور سے ہم آہنگ ہو، بعض اسلام کا درد رکھنے والوں نے اسلامی ادب اور صحافت کے ادارے قائم کئے ہیں، ان کے اپنے ٹی وی چینل بھی ہیں، اور انٹرنیٹ پر ویب سائٹ کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلیویژن میں انہوں نے اسلامی فکر کی اشاعت کے لئے اوقات بھی حاصل کرلئے ہیں، جن میں وہ اپنے پروگرام نشر کرتے ہیں لیکن لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والے پروپیگنڈہ کتابیں اور اخبارات اور متعدد T.V چینل کے مقابلہ میں اسلامی ادب وفن صحافت کا دائرہ جس طرح محدود ہے اسی طرح یہ ریڈیو اور ٹی وی پروگرام بھی دشمنان اسلام کے

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

میراث

یونان ومصر وروما:

علم وحکمت کے پرانے چراغ

جناب شاہد عمادی، لکھنؤ

عہد قدیم سے دنیا کے نقشہ پر بہت سی تہذیبیں ظاہر ہوئیں اور فنا ہوگئیں کچھ کی شان وشوکت اور تہذیب وتمدن کے نشانات ملے، مولینا شبلی نعمانی رقم طراز ہیں ”تمام مورخوں کا بیان ہے کہ دنیا میں سب سے اول تہذیب وتمدن کی ابتدا بابل ونینوا سے ہوئی“ ان میں کچھ نے علم وحکمت پر توجہ کی، فکر وتحقیق کی جستجو اور تعمیر وتسخیر کی آرزو وحیرت انگیز انکشافات کا سبب بنے، تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ یونان کو علم وحکمت کے فروغ میں عہد قدیم کی تہذیبوں میں امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، چنانچہ عہد قدیم کے چند نامور سائنس دانوں کا تذکرہ یہاں مقصود ہے جو علم وحکمت کے پرانے چراغ تھے۔

تالیس:

یونانی دور کے علماء وحکماء میں سب سے قدیم سائنسداں ایشیائے کوچک کا باشندہ تالیس (Thales) غالباً ۶۲۹ ق-م، پیدا ہوا، اور تقریباً ایک سو برس عمر پائی، مصر کے اساتذہ سے فلسفہ، ریاضی اور سائنس کی تعلیم حاصل کی، علم فلکیات میں اس کے مشاہدات و تجربات نے علم وحکمت کے میدان میں انقلاب برپا کردیا، سورج گرہن اور چاند گرہن پر اس کے بیانات کا لوگوں نے مذاق اڑایا، لیکن جب فلکی حسابات کی بنیاد پر اس نے مکمل سورج گرہن کی پیشن گوئی اور دن اور تاریخ کا اعلان کیا سورج گرہن کے بتائے وقت پر ہونے کے باعث تالیس کی عظمت مسلّم ہوگئی، علم ہندسہ میں اہل مصر مہارت رکھتے تھے، جس میں تالیس نے کمال حاصل کیا اور اپنی تحقیقات ومشاہدات کی بنیاد پر اصول بنائے، سائے کی مدد سے اہرام مصر کی بلندی ناپی۔

تالیس کا خیال تھا کہ چاند سورج اور ستارے زمین کے گرد گردش کرتے ہیں وہ پانی کو تمام کائنات کا منبع قرار دیتا تھا، بعد کے سائنس دانوں نے ان خیالات کی تردید کی۔

فیثاغورث:

یونان کا چھوٹا سا جزیرہ ساموس (Samos) کو ۵۸۲ ق م فیثاغورث (Pythagorus) کی جائے پیدائش ہونے کا شرف حاصل ہوا، اس دور میں دریائے فرات کے کنارے واقع شہر بابل جو بغداد سے ۶۰ میل کے فاصلے پر تھا، تہذیب وتمدن کا مرکز اور علم وحکمت کا اعلیٰ قدر منبع علم ودانش تھا جب کہ یونانیوں کی حالت نیم وحشیوں کی سی تھی، فیثاغورث نے بابل سے ریاضی اور فلسفہ میں کمال علم حاصل کیا اور تلاش علم میں سیاحت پر نکل پڑا، مشرق میں وہ ہندوستان میں بہار تک آیا، جہاں گوتم بدھ سے ملاقات کی جو اپنے عہد کی علم وعرفان کی حامل شخصیت کے مالک تھے، ۳۳ سال کی طویل سیاحت کے بعد یونان واپس لوٹا، لیکن اٹلی میں بود و باش اختیار کی، اور ایک درس گاہ قائم کی جس میں رائج علوم کے علاوہ اپنے مخصوص عقائد کی تعلیم بھی دیتا تھا نظم وضبط کی پابندی لازمی تھی، اعلیٰ اخلاقی قدروں پر عمل پیرا تھا، موسیقی کا شائق تھا، علم ہندسہ میں اس کے کلیے مشہور ہیں، فیثاغورث نے انکشاف کیا کہ چاند کی اپنی روشنی نہیں بلکہ وہ سورج سے حاصل روشنی کو منعکس کرتا ہے اس کی موت گمنامی میں ہوئی۔

دمقراط

یونان کے ایک چھوٹے ساحلی شہر آب درہ میں ۴۶۰ ق-م، عہد کا مشہور سائنسداں (Democrates) دمقراط پیدا ہوا، مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد تلاش علم میں طویل سفر کیا اور جب واپس اپنے آبائی وطن لوٹا تو وہ ایک بوڑھا فلسفی تھا جو اپنے ہم وطنوں کی دنیا پرست طرز زندگی اور ہوس پرستی کو حقارت سے دیکھتا، لوگوں نے اس کو دیوانہ مشہور کر رکھا تھا، نامور حکیم بقراط اس کا ہم عصر تھا اور علم طب میں بڑی شہرت رکھتا تھا، اس نے دمقراط کو ایک عظیم فلسفی اور صاحب علم وحکمت قرار دیا۔

دمقراط وہ اولین سائنسداں تھا، جس نے دنیا کو پہلی بار ایٹم ”Atom“ کے علم سے روشناس کرایا، نیند اور موت کے متعلق دمقراط کا نظریہ تھا کہ جب انسانی جسم سے روح کے بعض مخصوص ایٹم نکل جاتے ہیں تو نیند غالب آجاتی ہے، اور جب روح کے تمام ایٹم انسانی جسم سے نکل جاتے ہیں تو موت واقع ہو

واقعہ یہ ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ عہد وسطیٰ میں مسلمانوں نے دنیا کی تمام قوموں کا علمی سرمایہ اپنی زبان میں منتقل کرلیا تھا، اگر دنیا میں مسلمانوں کا قدم نہ آتا تو یونان، مصر، ہند، اور فارس کے تمام علمی ذخیرے آج برباد ہوچکے ہوتے۔

جاتی ہے۔ دولت مند باپ کا بیٹا دمقراط جس کو عہد طفلی میں دنیا کی کسی شے کی کمی نہ تھی، جب بانوے سال میں فوت ہوا تو عسرت وتنگدستی کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا۔

بقراط:

ایشائے کوچک کے ساحل کے قریب واقع جزیرہ کوس (Cos) میں بقراط کی ولادت ۴۶۰ ق-م، ہوئی اس نے علم طب میں علم العلاج کی طرح ڈالی اس عہد میں مروجہ ٹونے ٹوٹکے اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ امراض کے علاج پر بقراط کو بالکل اعتقاد نہ تھا، اور نہ مذہبی رسوم کے ذریعہ علاج کا وہ قائل تھا، دواؤں کے ذریعہ علاج رائج کرنے میں وہ اولین اطباء کی فہرست میں ممتاز تھا۔

بقراط کا دعویٰ تھا کہ دنیا میں موجود کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کی دوا اللہ نے نہ پیدا کی ہو، اس کا قول تھا کہ خون، بلغم، صفرا اور سودا یہ چاروں چیزیں جب تک جسم میں اپنے صحیح تناسب میں رہتی ہیں آدمی تندرست رہتا ہے، ان میں سے کسی کی کمی یا زیادتی بیماری کا سبب بنتی ہے، وہ کم وبیش ۳۰۰ مفرد دواؤں کا علم رکھتا تھا ستاروں کی گردش کا اثر انسانی زندگی پر درست مانتا تھا۔

ارسطو:

یونان کا مشہور فلسفی ۳۸۴ ق-م، پیدا ہوا۔ دارالسلطنت ایتھنس آکر عظیم دانش ور افلاطون (Plato) کے حلقہ درس میں شریک ہوا اور بہت جلد اپنی ذہانت سے علم وفن میں کمال ناموری حاصل کیا، حکیم افلاطون ایک قابل طبیب، علم ہندسہ اور علم اعداد وغیرہ میں مہارت رکھتا تھا، وہ فن تدبیر میں سقراط کا پیرو تھا، ارسطو نے علم وحکمت کے ہر موضوع پر قلم اٹھایا، اس کی تحریریں صدیوں بعد تک علم وفن کے ہر میدان میں حرف آخر رہیں، فلسفہ، طبعیات، منطق، اخلاق اور سیاسیات وغیرہ علوم پر ارسطو کے قول کو صدیوں بعد تک کے دانش ور مستند مانتے تھے، ارسطو امام الفلسفہ کا مقام رکھتا تھا، مسلمان حکماء ودانش وروں نے ارسطو کے ان علمی ذخائر کے ترجمے کئے اور تشریحات لکھیں جس سے اہل یورپ کو ارسطو کی عظیم علمی خدمات کا علم ہوا، مولینا شبلیؒ لکھتے ہیں: اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں نے نہایت جد وجہد سے ارسطو کی ایک ایک تصنیف بہم پہنچائی۔

ارشمیدس:

جنوبی اٹلی میں جزیرہ سسلی کے مشرقی ساحل پر واقع قدیم بندرگاہ سیراکوس (Syracuse) میں اپنے عہد کا عظیم سائنس داں ارشمیدس (Archimedes) ۲۸۷ ق، م، پیدا ہوا جس کی قابلیت کا لوہا پوری دنیا آج میں بھی مانتی ہے، اس کے مسئلے اور کلیے علم طبعیات (Physics) ریاضی (Maths) اور علم ہندسہ (Geometry) میں آج بھی رائج ہیں، اس نے علم طبعیات کے قوانین مرتب کئے اور ماسکوئیات (Hydraulics) کے موضوع پر کتاب لکھی۔

جالینوس:

ایشائے کوچک کے ساحل کے قریب واقع عہد قدیم کا مشہور قصبہ برغامہ (Pergamus) میں ۱۳۰ء میں یونانی دور کا عظیم طبیب جالینوس (Galen) پیدا ہوا۔ جس نے علم طب میں انقلاب پیدا کردیا، تحصیل علم کے لئے سمرنا اور اسکندریہ کا سفر کیا اور علم طب میں کامل مہارت حاصل کرکے اپنے وطن واپس آیا، ان گنت طبی تجربات وتحقیقات اور بے شمار مریضوں کا کامیاب علاج کرکے ناموری پیدا کی اور علم طب کو نئی راہیں دیں، چونکہ انسانی لاشوں کو چیرنا ان دنوں ایک سنگین اخلاقی اور قانونی جرم تھا اس لئے اس نے بندروں کی لاشوں کو چیر کر جسم کے اندرونی اعضاء کا مشاہدہ کیا اور ”تشریح الابدان“ (Anatomy) اور ”منافع الاعضاء“ (Physiology) جیسے اہم علوم کی بنیاد ڈالی، دوران خون، وریدوں اور شریانوں، ہڈیوں اور مختلف اعضائے جسمانی کی تشریح اور فعل پر کتابیں تصنیف کیں۔

اوپر بیان کئے گئے حکماء کے علاوہ یونان کے دیگر مشاہیر علماء وحکماء اور دانش وروں میں اقلیدس (Heraclides) نے چوتھی صدی قبل مسیح اپنے محور کے گرد زمین کی گردش سے متعلق حیرت انگیز انکشاف کیا، ڈارون نے بھی اپنے فلسفوں سے سائنس کی دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، تیسری صدی قبل مسیح میں یونان کا نامور دانش ور ارسطارخوس (Aristavchus) نے زمین کی گردش کے ساتھ سورج کے گرد زمین کی گردش کا انقلاب انگیز نظریہ پیش کیا۔

جالینوس کی وفات کے بعد علم وحکمت کی شمع یونان میں تو بجھ گئی لیکن مصر کے شہر اسکندریہ میں علم وفن کی فصل بہار ہنوز طاری تھی، علم وحکمت کی دنیا میں یونان کی عظمت رفتہ ایک قصہ پارینہ بن گئی، بطلیموس نامی عظیم سائنس داں نے دوسری صدی عیسوی

غرض یہ کہ آمد اسلام کے بعد علم وحکمت، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت، وغیرہ میں انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ قدیم علوم وفنون کے بیش قیمت علمی ذخیرے محفوظ ہوئے اور ان پر گراں قدر علمی وتحقیقی کام ہوئے جس سے اہل یورپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

میں اسکندریہ میں علم فلکیات پر زمین سورج اور دیگر سیاروں کے متعلق اپنے اپنے نظریات پیش کیے۔

لیکن یونان اور مصر کی عظیم سلطنتوں کی علمی کاوشوں کا دور آہستہ آہستہ تاریکی میں ڈوب گیا، پہلی صدی عیسوی میں سلطنت روما عظمت وشہرت کے نقطۂ کمال کو پہنچ چکا تھا، جس کی سرحدوں میں انگلستان، ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک داخل تھے، رومی سلطنت میں عیسائیت کو اسی عہد میں فروغ حاصل ہوا، ۳۰۶ء میں رومی سلطنت کی باگ ڈور جب شہنشاہ قسطنطین (Constantine) کے ہاتھ آئی تو اس کا میلان عیسائیت کی طرف تھا، چنانچہ چوتھی صدی عیسوی میں رومی سلطنت کا سرکاری مذہب عیسائیت قرار پایا، پانچویں صدی عیسوی میں رومن سلطنت پر گاتھ، ہن، ونڈال اور جرمن اقوام نے حملے کیے جو یورپ کی نیم متمدن قومیں تھیں، کمزور رومن سلطنت ان حملوں کی تاب نہ لا سکی اور اہل یورپ پر رومی شہنشاہیت کی بالادستی ختم ہوگئی، یورپ کی تمام اقوام عیسائی مذہب میں داخل ہوگئیں اور رومن کیتھولک مذہب قرار پایا جس کا محور پوپ (Pope) تھا جو عیسائی دنیا کا بلا شرکت غیرے روحانی پیشوا تھا۔

عیسائی پادریوں نے عوام کو اس خیال کا پابند کیا کہ انجیل مقدس کے صفحات میں تمام علوم دینی ودنیوی بند ہیں۔ باقی سارے علوم باطل قرار پائے، چنانچہ یونانی حکماء کی کتابوں کا پڑھنا ممنوع قرار پایا اور جملہ تعلیمی ادارے یک قلم بند کر دیے گئے۔

توہم پرست یورپ میں علم وفنون میں مذہب سے گمراہی کا الزام اتنا شدید ہوا کہ کلیسا نے تمام علم و حکمت کی کتابوں کو ضائع کروا دیا یا ضبط کر کے تہہ خانوں میں اور تاریک کوٹھریوں میں بند کر کے تالے ڈلوا دیے، حکمرانوں پر یہ خوف لاحق ہوا کہ ان کتابوں کا مطالعہ تو درکنار سایہ بھی حکومت کو تباہ کر سکتا ہے چنانچہ ہر نیا حکمراں ان تہہ خانوں اور کوٹھریوں پر اپنا تالہ ڈلوا دیتا۔

مؤرخین کے مطابق تاریکی کا یہ طویل دور، یورپ پر تقریباً ایک ہزار سال تک تھا جب کہ عوام پریشان، امن وامان مفقود اور تمدنی حالات زبوں تھے، کلیسا کا اقتدار بڑھتا گیا، پادریوں کی جاگیروں پر ہزاروں غلام مقرر تھے، توہم پرستی اپنے نقطۂ عروج پر تھی۔

تاریکی کے اس طویل دور میں علم وحکمت کے احیاء کی تائید کی آواز عرب کے ریگستانوں سے اٹھی تعمیر انسانی کا نیا باب شروع ہوا جب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بنی نوع انسانی کے لئے روشنی بن کر آیا:

"علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"

پہلی صدی ہجری میں ہی ایشیا یورپ اور افریقہ کے دور دراز کے علاقے مسلمانوں کے قدم پہنچتے ہی گل وگلزار ہو اٹھے، پرانے معیاروں کی جگہ نئے معیاروں نے لے لی، قدریں بدل گئیں، جاہلیت رجعت پسندی اور جمود کی علامت بن گئی، علم کی تکریم وتعظیم اور غور وفکر کی ترغیب پیدا ہوئی، مولانا شبلیؒ رقم طراز ہیں: "واقعہ یہ ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عہد وسطیٰ میں مسلمانوں نے دنیا کی تمام قوموں کا علمی سرمایہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا تھا، اگر دنیا میں مسلمانوں کا قدم نہ آتا تو یونان، مصر، ہند، اور فارس کے تمام علمی ذخیرے آج برباد ہو چکے ہوتے"

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب مصر فتح ہوا تو وہاں مشہور یونانی فلسفی جان موجود تھا جس کو تاریخ نے یحییٰ نجومی کے نام سے یاد کیا ہے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کی بڑی قدر ومنزلت کی، حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں غیر قوم کے دانش وروں کو عہدے دیئے، امیر معاویہؓ کے لئے ابن آثال نامی طبیب نے علم طب کی بعض کتابیں، یونانی سے ترجمہ کیں، امیر معاویہؓ کے پوتے خالد نے جو علوم اسلامی میں یکتائے روزگار تھے فن طب کا علم حاصل کرنے عیسائی اور یہودی حکماء کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا، خالد نے یونانی اور قبطی زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کرائے، مروان بن الحکم جو بنی امیہ کا پہلا حکمراں تھا اس کے دربار میں وقت کا مشہور یہودی طبیب مامور تھا، جس نے "قرابادین" کا سریانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کتاب کو خزانہ شاہی سے نکلوا کر بہت سی نقلیں کروائیں، غرض پہلی صدی ہجری کے آغاز میں ہی قدیم کتابوں کے ترجمہ کا آغاز ہو گیا تھا۔

ہندوستان کا ایک نامور پنڈت خلیفہ منصور کے دربار میں آیا اور کتاب "سدھانتا" نذر کی جس کا ترجمہ کیا گیا، برامکہ، ہارون الرشید اور مامون الرشید کی قدردانی سے ہندوستان کے اہل کمال بغداد کی طرف متوجہ ہوئے، ابوریحان البیرونی کی سنسکرت دانی اس مرتبہ کی تھی کہ اس نے کئی قیمتی تصانیف کا عربی سے سنسکرت میں ترجمہ کر کے ہندوؤں کو پیش کیا، اور کئی نایاب سنسکرت کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

غرض یہ کہ آمد اسلام کے بعد علم وحکمت، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت، وغیرہ میں انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ قدیم علوم وفنون کے بیش قیمت علمی ذخیرے محفوظ ہوئے اور ان پر گراں قدر علمی وتحقیقی کام ہوئے جس سے اہل یورپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

ماخذ:

۱۔ قدیم مسلمان سائنس داں، از مولانا ابراہیم عمادی مرحوم

۲۔ علوم قدیمہ اور مسلمان، از علامہ شبلی نعمانیؒ

روح کی غذا پر بھی توجہ ضروری

نفس کا علاج کیوں اور کیسے

ڈاکٹر عبدالرحیم

انسان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ جسم اور روح دونوں سے مرکب ہے۔ روح کا علاج بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ جسم کا ضروری ہے۔ جیسے انسان کا بدن غذا اور تربیت سے تکمیل پاتا ہے اسی طرح روح تزکیہ اور تہذیب اخلاق سے بتدریج درجہ کمال کو پہنچتی ہے۔ جیسے جسمانی امراض کا علاج متضاد چیزوں سے کیا جاتا ہے (اگر گرمی ہو تو سردی سے اور سردی ہو تو گرمی سے) اسی طرح روحانی (نفس کی) بیماریوں کا علاج بھی متضاد چیزوں سے کیا جاتا ہے، جیسا کہ جہالت کا علاج علم سے، بخل کا سخاوت سے، تکبر وغرور کا تواضع وانکساری سے، حرص وطمع کا قناعت واستغناء سے، بیگانگی وعداوت کا انس ومحبت سے، درشت خوئی کا نرم مزاجی سے، بدزبانی کا خوش کلامی سے، کذب وخیانت کا صدق وامانت سے اور نام ونمود کا اخلاص ونصیحت سے کیا جائے گا۔

جس طرح جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے بعض اوقات کڑوی دوائیں استعمال کرنی پڑتی ہیں اور مرغوب چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے اسی طرح نفس کی بیماریوں کے علاج میں مجاہدہ اور ریاضت کی کڑواہٹ برداشت کرنی پڑتی ہے، اس سلسلے میں روحانی معالج یعنی کامل مرشد کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

نفس کے عیوب تلاش کرنے کے ذرائع

علامہ ابن جوزیؒ نے نفس کے عیوب (بیماریاں) معلوم کرنے کے لئے چار ذرائع بیان کیے ہیں۔

انسان کی روحانی اور نفسانی بیماریوں کا ایک سبب تو اللہ تعالیٰ کا خوف وامید اور اس کے ساتھ تعلق ومحبت کا نہ ہونا ہے اور انسان کی اصلاح تعلق مع اللہ اور خوف الٰہی سے ہی ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں عبادات واذکار کی کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔

توبہ واستغفار سے نفس کا علاج:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر روز اللہ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں کثرت سے استغفار کرنا چاہئے، ہر نماز کے بعد بیس مرتبہ توبہ واستغفار کرے تا کہ ایک دن میں پانچ اوقات میں سو مرتبہ استغفار ہو جائے۔

قناعت پسندی کے ذریعہ علاج:

قناعت پسندی اور استغفار وبے نیازی ایسی چیزیں ہیں جو اخلاق حسنہ کی بنیاد ہیں، ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت بلیغ حکیمانہ انداز میں ارشاد فرمایا:

"مالداری دولت کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ دل کی بے نیازی کا نام ہے"

مطلب یہ ہے کہ مال ودولت آمدنی کی زیادتی کا نام نہیں بلکہ ضروریات کی کمی کا نام ہے، لیکن یہ غیر فانی دولت حرص وطمع سے نہیں بلکہ صبر وقناعت کی دائمی دولت سے حاصل ہوتی ہے۔

نفس پر کنٹرول اور ضبط کے ذریعہ علاج:

انسان کی زندگی میں سب سے نازک موقع وہ آتا ہے جب وہ کسی بڑی کامیابی یا ناکامی سے دوچار ہوتا ہے، اس وقت نفس پر قابو رکھنا اور ضبط سے کام لینا مشکل ہوتا ہے مگر یہی نفس پر کنٹرول کرنے کا اصل موقع ہوتا ہے اور اسی سے انسان میں سنجیدگی، متانت، وقار اور کردار واخلاق کی مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔

دنیا میں خوشی غمی، غم ومسرت اور رنج وراحت دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

ان دونوں پر انسان کو ضبط نفس اور اپنے اوپر قابو پانے کی ضرورت ہے، نفس پر اتنا کنٹرول ہو کہ مسرت اور خوشی کے نشہ میں اس کے اندر فخر وغرور پیدا نہ ہو اور غم وتکلیف میں انسان کو بددل اور بے صبرا نہیں ہونا چاہئے۔ نفس کی ان بیماریوں کا علاج صبر وثبات اور ضبطِ نفس ہے، انسانی فطرت کے راز دار نے فرمایا:

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ، اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝

(ھود: ۹)

ترجمہ: اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے کسی مہربانی کا مزہ چکھائیں، پھر اس سے اس کو چھین لیں تو وہ نا امید اور ناشکرا ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی مصیبت کے بعد اس کو نعمت کا مزہ چکھائیں تو کہتا ہے کہ برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بے شک وہ شاداں و نازاں ہے، لیکن وہ جنہوں نے صبر کیا (نفس پر قابو پایا) اور اچھے کام کئے یہی لوگ ہیں جن کے لئے معافی اور بڑا انعام ہے۔

خوشی اور غم میں توازن و اعتدال کے ذریعہ نفس کا علاج:

اسلامی تعلیمات کے مطابق غمی، خوشی اور راحت و تکلیف میں توازن برقرار رکھنا بہت ہی ضروری ہے فرمایا:

ترجمہ: "تا کہ تم اس پر غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ نہ آیا، اور اس پر اترایا نہ کرو جو اس نے تم کو دیا اور اللہ تعالی اترانے والے اور بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

غمی خوشی کا تعلق بھی انسانی نفس سے ہے جب تک انسان اللہ تعالی کے اس ارشاد کے مطابق عمل کرتا رہے گا یقیناً اس وقت تک اس کو قلبی اور روحانی سکون و اطمینان ملتا رہے گا۔

دنیا میں جو کچھ مصیبت یا راحت، غمی یا خوشی انسان کو پیش آتی ہے وہ سب اللہ نے لوحِ محفوظ میں انسان کی تخلیق سے پہلے ہی لکھ دیا ہے، اس کی اطلاع اس لئے دی گئی ہے کہ انسان دنیا کے اچھے برے حالات پر زیادہ توجہ نہ دے، نہ یہاں کی تکلیف و مصیبت یا نقصان و فقدان کچھ زیادہ حسرت کی چیز ہے اور نہ یہاں کی عیش و عشرت، راحت و مسرت اور مال و دولت اتنی زیادہ خوشی کی چیز ہے جس میں مشغول ہو کر یادِ الٰہی اور فکرِ آخرت سے بالکل غافل ہو جائے۔

یاد رکھئے جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے وہ ضرور مل کر رہے گی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ جو کچھ اللہ کے علم میں ہے ویسا ہی ہو کر رہے گا۔ لہذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین و مضطرب ہو کر پریشان نہ ہو، اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑو اور اتراؤ نہیں بلکہ مصیبت و ناکامی کے وقت صبر و تسلیم اور راحت و کامیابی کے وقت شکر و تحمید سے کام لو، اگر انسان دنیاوی تکالیف و مصائب میں گھر جائے تو اسے حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے، حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ "ہر آدمی خوش بھی ہوتا ہے اور غمگین بھی، خوشی کو شکر میں بدل دو اور غمی کو صبر میں"۔

زکوٰۃ کے ذریعہ نفس کا علاج:

انسان کی روحانی اور نفسانی بیماریوں کا سبب مال و دولت اور دنیا کے اسباب و ذرائع سے قلبی لگاؤ ہے، زکوٰۃ اسی بیماری کا علاج ہے، غزوۂ تبوک کے موقع پر جب بعض صحابہؓ سے باغ کی محبت کی وجہ سے جو ان کی دولت تھی، غزوہ میں عدم شرکت کا جرم صادر ہوا اور پھر ان کی صداقت و سچائی کے باعث اللہ تعالی نے ان کو معاف کر دیا فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (سورہ توبہ:۱۰۳)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے کر ان کو پاک و صاف بناؤ۔

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اپنے محبوب و پسندیدہ مال میں سے اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ دیتے رہنے سے انسانی نفس کے آئینہ سے سب سے بڑا زنگ یعنی مال و دولت کی محبت دل سے دور ہو جاتی ہے۔ اس سے بخل کی بیماری کا علاج ہو جاتا ہے، مال کی حرص بھی کم ہو جاتی ہے، دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے، انسان خود غرضی کی بجائے اجتماعی مقاصد کے لئے اوپر ایثار کرنا سیکھتا ہے، اور یہی وہ دیواریں ہیں جن پر تہذیبِ نفس، حُسنِ خلق اور اجتماعی معاشرتی زندگی کا نظام قائم ہے۔

عتاب و حساب کے ذریعہ نفس کا علاج:

اس سلسلے میں امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ جب تم نفس کے حساب سے غافل ہو جاؤ گے اور بے فکر ہو کر اس کو چھوڑ دو گے تو دلیر ہو جاؤ گے، پھر اس کو روکنا دشوار ہو جائے گا، لہذا نفس کے خلاف مجاہدہ کرنا چاہئے اور اس کی سرکوبی کرنی چاہئے۔

دراصل نفس کی تخلیق کچھ اس طرح ہے کہ یہ نیکی سے تو بھاگتا ہے اور بدی سے الجھتا ہے، اس کی طبیعت میں کاہلی اور شہوت پرستی ہے، لہذا اس کو اس صنعت سے پھیرنا چاہئے اور بے راہ روی سے راہ پر لگانا چاہئے، نفس کی اصلاح کبھی تو سختی سے ہوتی ہے اور کبھی نرمی سے، کبھی کردار سے اور کبھی گفتار سے، کیونکہ اس کی طبیعت میں یہ بات موجود ہے کہ جس میں اپنی بہتری دیکھتا ہے اس کا ارادہ کرتا ہے اگر چہ اس میں رنج و تکلیف ہی کیوں نہ ہو، مگر یہ اس رنج و تکلیف پر صبر کرتا ہے، اکثر جہالت و غفلت اس کے لئے رکاوٹ ہوتی ہے۔ جب انسان خواب غفلت سے اس کو بیدار کرتا ہے اور روشن آئینہ اس کے سامنے رکھتا ہے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔ فرمایا:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ الذاریات:۵۵)

نفس کا علاج کئے بغیر کامل ایمان میسر نہیں:

نفس کے علاج کو تزکیہ نفس اور تصفیۂ دل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے بغیر کامل اور حقیقی ایمان میسر نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے (علم) قرآن و حدیث کے تابع نہ بن جائے۔"

تزکیۂ نفس و تصفیۂ دل کے بارے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کے اعمال اور حقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک کرنا اور دل کا صاف کرنا ہے، جب تک نفس پاک اور دل تندرست نہ ہو جائے، حقیقی ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

روحانی غذا کے بغیر انسان کی نشو و نما اور اس کی تربیت بالکل نامکمل ہے، روحانی غذا کے بغیر جو نسلیں پروان چڑھ رہی ہیں ان میں انسانی کردار و اخلاق کے حقیقی عناصر ناپید ہیں۔ اگر انسان کے جسم اور روح دونوں کی غذا پر توجہ نہ دی گئی تو اس کی شخصیت کمزور رہے گی۔

ایک مطالعہ ــــــ

"یادوں کی مہک"

(مصنفہ پروفیسر فصیح احمد صدیقی)

از: ڈاکٹر مولانا عبداللہ عباس ندوی

یہ کتاب پروفیسر فصیح احمد صدیقی کی خودنوشت سوانح ہے مگر "یادوں کی بارات" سے بہت مختلف ہے۔ یہ مہک واقعی گل و گلاب کی مہک ہے، مشک و عنبر کی مہک ہے، سچائی و سادگی کی مہک ہے، اس میں "بارات" کی طرح کذب بیانی کی آتش فشانی نہیں ہے، نہ خودستائی کے ڈھول باجے، ناچ گانے کی دھوم دھڑاک ہے۔ سچی بات، سیدھی بات، صدق و صفا کی بات اور صدیقی کا قلم۔ ان اوراق میں اخلاق و انسانیت کی باتیں ضرور ہیں، مگر یاد رہے یہ علی گڑھ والے ہیں "قل اعوذیت" کا پیرہن بھی ان پر نہیں سجتا، نہ "چھوٹے بھائی کا پائجامہ اور بڑے بھائی کی قمیص" پہنتے ہیں۔

فصیح صاحب شرفائے جونپور کے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے والد تین زبانوں کے ایم اے۔ نئی تہذیب سے واقف پرانی وضع کے بزرگ تھے۔ میرے استاد تھے اور میرے استادوں کے استاد تھے۔ نوجوانی میں ایک دینی درسگاہ "ندوہ" سے متعلق ہوئے۔ علمائے دین (یا علمائے دین بننے والوں) کو عصری علوم و زبان سے واقف کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ اس درسگاہ کے حدود سے باہر (سرحد پر) ایک وسیع زمین لے کر اپنا مسکن آباد کر گئے تھے۔

پروفیسر وصی احمد صاحب (معتمد مالیات ندوہ، سابق پرنسپل گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج شاہجہاں پور)، پروفیسر فصیح احمد صدیقی علی گڑھ یونیورسٹی میں کیمیاء کے استاذ، ڈاکٹر مطیع امراض شکم کے نیویارک میں کامیاب سرجن، ڈاکٹر رضی نیویارک میں انجینئر، پروفیسر ڈاکٹر فہمیدہ، ڈاکٹر شاہدہ سب ہی اسی آشیانہ میں پیدا ہوئے اور ندوہ کے امرود اور آم کے باغات میں پلے بڑھے۔ ان کے ماموں رشید احمد صدیقی ملک کے مشہور صاحب اسلوب طنز نگار، اصغر گونڈوی کے محب و معاصر اور جگر صاحب کے مربی تھے۔ بات کرنے کا سلیقہ کوئی ان سے سیکھے، آداب مجلس، آداب طعام و نشست کی باریکیاں ان کی صحبت میں حاصل کریں۔ فصیح احمد صاحب نے انہیں کے آغوش ادب میں تربیت حاصل کی۔ وصی صاحب (ان کے بڑے بھائی) ریاضی کے ایم اے اور شاہجہاں پور کے پوسٹ گریجویٹ کالج کے پرنسپل رہے ہیں اور اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ فصیح احمد صاحب مسلم یونیورسٹی کے شعبہ کیمیاء کے پروفیسر تھے مگر ان کی تحریروں میں کسی نے ان بھائیوں کو اپنے علم کی نمائش کرتے نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے علی گڑھ کے فاضل کیمیاء اور نیویارک کی تجربہ گاہ کے فارغ، انگریزی تو فر فر بولتے ہونگے مگر ان دونوں بھائیوں کو قریب سے دیکھا۔ انگریزی اور انگریزیت دونوں سے دور رہے۔ وصی صاحب نے تو کمال کیا کہ ایک کالج کے پرنسپل رہے اور سیکڑوں پروفیسروں کو نمٹاتے رہے مگر اپنی شیروانی نہیں چھوڑی اور حد یہ ہے کہ پتلون بھی کبھی نہیں پہنی۔ فصیح صاحب اور ان کے بھائی ڈاکٹر مطیع و ڈاکٹر رضی تو اتنی شدت نہیں نباہ سکتے تھے اور نہ کسی نے ان سے مطالبہ کیا مگر دل و دماغ کے درویش سب ہی ہیں۔ ان کی والدہ جن کی داستانِ شفقت فصیح صاحب کی کتاب کا حرفِ آغاز ہے انتہائی سادہ مزاج، سادہ دل، بناوٹ کی جن کو ہوا بھی نہ لگی ہو، نیویارک میں اپنے بیٹے ڈاکٹر مطیع احمد صدیقی کے پاس تقریباً سال بھر رہیں واپسی میں مکہ مکرمہ آئیں تو ایسا معلوم ہوا ایک مسجد سے نکل کر دوسری مسجد جا رہی ہیں۔ وہ مشہور حدیث کہ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے، روایت اور سند کے لحاظ سے کس درجے کی حدیث ہے مجھے نہیں معلوم مگر ان بزرگ خاتون کے قدموں کے نیچے ضرور جنت ہوگی۔ وہ ندوہ کے تمام طلبہ و اساتذہ کی حضرتِ خالہ جان تھیں۔ فصیح میاں نے ان کے مکالمے اور باتیں سنا کر ایک "خاتون جنت" کا سراپا آنکھوں کے سامنے کھینچ دیا۔ تارا سنگھ ماسٹر تارا سنگھ کے نام سے مشہور تھے اسی طرح وصی اینڈ برادرس کے والد ہیڈ ماسٹر صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کی شفقتِ پدری سے جہاں ان کے سیکڑوں شاگرد سرفراز ہوئے راقم بھی ان میں سے ایک تھا بلکہ اب تک ہے۔

فصیح صاحب کی زبان ان کی اپنی زبان ہے۔ ان کے گھر میں پلی بڑھی، ان کے ماموں کی آغوش میں پرورش پائی ہوئی زبان، ان کے یہاں تصنع نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ زبان کے عین قاف سنبھالنے کی ضرورت اہل زبان کو نہیں ہوتی، پھر سلسلۂ رشیدیہ کا فرد۔

پہلی جلد سوانح ہے اور دوسری جلد میں چند بقیہ مضامین جن میں خاص طور پر میرے مخدوم و مربی مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا والہانہ انداز میں ذکر، ان کی سیرت کے چند نقوش، پروفیسر رشید احمد صدیقی سے ان کی مناسبت اور باہمی احترام و اکرام کا تعلق تھا۔ ہمارے حضرت مولانا علیہ الرحمہ علی گڑھ کے جناب پروفیسر رشید احمد صدیقی کے بہت قائل تھے اور رشید صاحب مولانا کے دلدادہ تھے۔ دوسری جلد میں فصیح صاحب نے اس تذکرہ کو ذرا تفصیل سے بتایا ہے بقیہ اپنے اعزہ و احباب، اساتذہ اور یونیورسٹی کی نامور شخصیات کے تاثرات دیئے ہیں۔

کتاب چھپی اچھی ہے کاغذ اور کتابت ایسی ہے کہ اس کو دیکھ کر آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے۔ یونیورسل بک ہاؤس والے قابل مبارک باد ہیں کہ ان کے کارنامے کو دیکھ کر خواہش ہوئی کہ اپنی کوئی کتاب بھی اس ادارہ سے شائع ہوتی۔ اجلے کاغذ، صاف اور سیاہ روشنائی، صاف حروف اور غلطی برائے نام ــ فصیح صاحب فصاحت جنگ بہادر نہیں ہیں لیکن ان [illegible] کتاب جس نے چھاپی ہے اس کا تعلق کسی کانِ فصاحت سے گہرا معلوم ہوتا ہے۔ ☆☆☆

اصلاح معاشرہ

کان کے کچے

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

''کان کا کچا'' ایک محاورہ ہے جو عام طور پر ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو ہر سنی ہوئی بات پر یقین کر لیتا ہے، اور اس کے مطابق اس کے نظریات و افکار میں تبدیلی واقع ہونے لگتی ہے، ایسے لوگوں کا حال عموماً یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بات سلیقہ سے ان کے سامنے رکھ دے، خواہ اس کی زد کسی ذات پر کیوں نہ پڑ رہی ہو، اس کو تسلیم کر لیتے ہیں، اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں، بلکہ کچھ اور اپنی طرف سے شامل کر کے اس کی شخصیت کو مزید داغدار کر دیتے ہیں، ایسا شخص اگر عوام الناس سے تعلق رکھتا ہے تو بھی اس کے مضر اثرات سماج پر پڑتے ہیں، اور اگر خواص اور ذمہ دارانہ پوزیشن کا مالک ہوتا ہے تو اس کے منفی اثرات بھیانک اور ضرر رساں ثابت ہوتے ہیں، ایسے ہی شخص کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

"کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع" "ہر سنی ہوئی بات کو نقل کرنا جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے۔"

ظاہر ہے ایسی صورت میں خود کو پشیمانی اور دوسروں کو پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، عوام میں ایسی صورت حال کی عکاسی کے لئے یہ مثل بھی خوب مشہور ہے:

کوا کان لے گیا، کوا کان لے گیا۔

کوے کے پیچھے بھاگے چلے جا رہے ہیں، لیکن اپنے کان تک ہاتھ لیجانے کی زحمت نہیں فرما رہے ہیں آج ہمارے معاشرہ کی صورتحال کچھ ایسی ہی ہوتی جا رہی ہے، اور اس کی بنیاد پر کتنے رشتے ٹوٹتے ہیں شیشۂ دل میں کتنے بال پڑتے ہیں، دوستیاں ختم ہو جاتی ہیں اور تعلقات کی آرسی پر گرد کی تہہ جم جاتی ہے، ایک صاحب نے ایک واقعہ سنایا:

''ایک نوجوان کی شادی اس کے حقیقی ماموں زاد بہن سے ہوئی تھی، کسی وجہ سے معمولی کشیدگی پیدا ہو گئی، اسی اثناء میں لڑکے کے گاؤں کے ایک تیسرے فرد نے لڑکی کے گھر یہ خبر پہونچا دی کہ لڑکی تمہاری خودکشی کرنے جا رہی تھی، وہ تو میں نے سمجھا بجھا کر واپس کیا ورنہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی، بس یہ سن کر لڑکی کے میکہ کے لوگ لاٹھی ڈنڈوں کے ساتھ آئے، اور لڑکے کو مار کر لہولہان کر دیا، اور زبردستی طلاق بھی لے لیا، اور لڑکی کو اپنے گھر لے کر چلے گئے، بعد میں جب غصہ فرو ہوا تو حقیقت حال کا علم ہوا، اب ندامت و پشیمانی کے سوا کیا تھا تھوڑے عرصہ کے بعد لڑکی کا اسی لڑکے کے ساتھ دوبارہ نکاح ہوا اور پھر اسی گھر میں آئی اس طرح کے نہ جانے کتنے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں، جس کے نتیجہ میں حصار جبر میں زندہ بدن آگ و خون کی نذر ہوتے رہتے ہیں۔

حصار جبر میں زندہ بدن جلائے گئے
کسی نے دم نہیں مارا مگر دھواں بولا
حفیظ میرٹھی

کان کا جو شخص کچا ہوتا ہے وہ اپنے عمل سے دو طرح کے مفاسد کا شکار ہوتا ہے ایک تو یہ کہ خود غیبت میں ملوث ہو جاتا ہے، دوسرے یہ کہ اس کے اردگرد مداہنت شعار چاپلوس اور خودغرض قسم کے لوگوں کا جمگھٹا ہو جاتا ہے، جو خود اسے بھی نقصان پہونچاتے ہیں، اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں، حالانکہ انھیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس میں کتنی شدید وعید آئی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابی الدرداء عن النبی ﷺ قال من ذکر امرأ بشیء لیس فیه لیعیبه به حبسه الله فی نار جهنم حتی یاتی بنفاذ ما قال فیه (طبرانی ج ٤، ص/ ٩٤)

''حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کو ایسے وصف کے ساتھ متصف کیا جو اس میں موجود نہیں ہے تا کہ وہ اس کی غیبت کر کے نقصان پہونچائے تو اللہ تعالی اسے جہنم کی آگ میں اس وقت تک رکھے گا جب تک وہ اس بات کو ثابت نہ کر دے جو اس نے کہا ہے۔''

حدیث پاک میں ایسے شخص کو کاذب کہا گیا ہے اور کذب بیانی و دروغ بیانی گناہ کبیرہ ہے لہٰذا اپنے آپ کو اس وصف سے بچانے کی فکر ہمہ وقت کرنی چاہئے۔ تا کہ اس قماش کے لوگوں کو کسی کو بدگمان کرنے کا موقع نہ ملے، بلکہ ان کی حوصلہ شکنی ہو اور وہ ایسی عادت سے باز آجائیں، یا پھر ذلیل و رسوا ہو کر پاکیزہ معاشرہ سے دور بھاگ جائیں۔

افسوس کا مقام ہے کہ یہ مرض خواص میں کچھ زیادہ ہی پایا جانے لگا ہے، مدارس کی چہار دیواری نہ اس سے محفوظ ہے اور نہ خانقاہوں کا نظام تزکیہ اس کے وائرس کو دور کر سکا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی بات بغیر تحقیق کے قبول نہ کی جائے، ورنہ شخصیات تو شخصیات اداروں اور تنظیموں کا زیاں اور قوت کار متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

☆☆☆

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز
چشمہ ساگر
ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے
Auto Refrecto Meter AR-860
فوٹو کرامک ☆ کونٹیز لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس
فینسی پاور اور دھوپ کے چشمے
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین: اے رحمان (علیگ)
۲۱۲ معتبر گنج، اعظم گڑھ، فون 222008

اسرار شریعت

عبادت کی حقیقت

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

انسان کا خمیر خاک سے تیار ہوا ہے، اس کے مزاج میں عجز و نیاز داخل ہے، عبودیت و تذلل کا اظہار اس کی طبیعت کا خاصہ ہے، یہی وہ حقیقت ہے جس کو زبان نبوت (علی صاحبها الصلوۃ والسلام) نے اس طرح بیان فرمایا ہے "دھرتی پر ہر آنے والا فطرت لے کر آتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

یہ وہ فطرت ہے جو دین اسلام کی شکل میں ہر پیدا ہونے والے کے ساتھ آتی ہے اور جدید تحقیق کی رو سے قلب کے کسی گوشہ میں کلمہ لا الہ الا اللہ کی شکل میں لکھی ہوئی بھی دیکھی جا سکتی ہے، اور نہ دیکھی جا سکے تو بھی ہر انسان کے نہاں خانۂ دل میں موجود ہوتی ہے۔

خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے سر عجز خم کر دینے اور احتیاج و درماندگی کے اظہار کی یہ وہ انسانی سرشت ہے جو ہر وجود میں آنے والے انسان کے اندر پائی جاتی ہے، لیکن گرد و پیش کے تغیرات اور حالات کے اثر سے انسانوں کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں۔

ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جن کی فطرت بالکل ہی مسخ ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ سرے سے خدا ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں، دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو خدا کو مانتے ہیں لیکن اس خالق کے ساتھ مخلوقات کو بھی شریک کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں میں عجز و تذلل کی فطرت تو ہوتی ہے لیکن وہ اس کے اظہار کا محل بھلا دیتے ہیں اور اس طرح فطرت کا ایک بڑا حصہ شرک کی آلودگیوں میں دب کر رہ جاتا ہے۔ تیسری قسم ان کامیاب انسانوں کی ہے جن کی فطرت آب و تاب کے ساتھ چمکتی رہتی ہے اور اگر گناہوں کا کچھ غبار لگ بھی جائے تو وہ توبہ سے اس کو صاف و شفاف کر لیتے ہیں، یہ اللہ کے بندے ہیں جن کو عبودیت اور عجز و نیاز کا وافر حصہ ملا ہے، وہ صرف خدائے واحد ہی کے سامنے اس کا اظہار کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی پیشانی خاک پر رکھتے ہیں، اسی سے دعا و مناجات کرتے ہیں، اسی سے لو لگاتے ہیں، انکا جینا اور مرنا سب اسی کے لئے ہو جاتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین﴾ "(اے محمد ﷺ) فرما دیجئے کہ میری نماز میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔"

یہ عبادت کی وہ حقیقت ہے جو فطرت انسانی میں داخل ہے، اور اسلام نے اس فطرت کو نکھار کر آئینہ کر دیا ہے۔

اسلام نے یہ حقیقت بتا کر انسان کی پوری زندگی عبادت بنا دی ہے، اور یہ اس کی ضرورت کی تکمیل بھی ہے اور اس کی طبیعت کی تسکین بھی اور یہی اس کی آفرینش کی غایت اور اس کے وجود کا مقصد ہے۔ ☆

بقیہ شیطان کے پندرہ دشمن

سادگی و سکون کی چادر تنی ہوئی تھی ہم نے عرض کیا نماز؟ بتایا کہ اذان ہوتے ہی لوگ مسجد کو چل پڑتے ہیں ہم نے سوال کیا اور عربوں کے جود و سخا کی جو صفات پڑھی ہیں وہ بھی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے جب اپنے کام سے فارغ ہو کر چلنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ ہمارے مخاطب کا لڑکا بکری ذبح کر کے اس کی کھال اتار رہا ہے وہ کھانا کھائے بغیر کسی طرح ہم کو واپسی کی اجازت نہیں دے رہا تھا ہمارا رفیق جو عرب تھا اور بدوؤں کے مزاج سے واقف تھا جب اس نے نزاکت سمجھائی تو وہ بمشکل راضی ہوا لیکن ہماری گاڑی میں ہمارے رفیق اور ہمارے لئے کھجوروں کے دو بڑے پیکٹ جو کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے تھے ان میں کھجور بھر کے گاڑی میں رکھ دیا جب قلم یہاں تک پہنچا تو شاعر اسلام علامہ اقبال کی نظم مسجد قرطبہ کا یہ شعر زبان پر بے اختیار جاری ہو گیا ع

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

☆☆☆

ممبئی کی
مشہور و معروف
مٹھائی ساز فرم
طہورا سوئیٹس
اسپیشل مٹھائیاں
❖ افلاطون ❖ نان خطائیاں
❖ ڈرائی فروٹ برفی
❖ قلاقند ❖ ملائی مینگو برفی
❖ بادامی حلوہ ❖ گلاب جامن
❖ دودھی حلوہ ❖ گاجر حلوہ
❖ کاجو کتلی
❖ ملائی زعفرانی پیڑہ
مستورات کے لئے خاص بتیسہ لڈو۔
و دیگر ہمہ اقسام کی مٹھائیاں دستیاب ہیں۔
لذیذ مٹھائیوں کے لئے
طہورا سوئیٹس ®
بلاسس روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸
☎ ۲۳۰۹۱۳۱۸-۲۳۰۸۲۷۷۳

تذکیر وموعظت

شیطان کے پندرہ دشمن

مولانا شمس الحق ندوی

اس سے قطع نظر کہ یہ بیان کس حد تک صحیح ہے یہ دیکھنا اور غور کرنا کہ وہ حقیقت سے کتنا قریب ہے، فائدہ سے خالی نہیں۔

"نصر بن محمد سمرقندی نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں وہب بن منبہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ محمد ﷺ کے پاس جائے اور آپ ﷺ اس سے جو سوال کریں اس کا جواب دے چنانچہ وہ ایک شکیل وباوقار بزرگ کی شکل میں ہاتھ میں عصا لئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو اس نے جواب دیا میں ابلیس ہوں، حضور ﷺ نے سوال کیا تم کیوں آئے ہو اس نے جواب دیا کہ مجھ کو خداوند قدوس نے آپ کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ جو سوال کریں میں اس کا جواب دوں۔

آپ ﷺ نے اس سے پہلا سوال یہ کیا کہ بتاؤ ہماری امت میں تمہارے دشمن کتنے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کی امت میں پندرہ قسم کے لوگ ہمارے دشمن ہیں (ان سے میں عاجز رہتا ہوں اور ان پر میرا بس نہیں چلتا) اس نے پندرہ دشمنوں کی تعداد اس طرح گنائی۔

(۱) میرے پہلے دشمن تو آپ ہیں، (دوسرا) انصاف پسند بادشاہ، (تیسرا) وہ مالدار شخص جو اپنی دولت پر غرور وگھمنڈ نہیں کرتا، (چوتھا) وہ تاجر جو اپنے کاروبار میں جھوٹ وفریب سے کام نہیں لیتا، (پانچواں) وہ عالم جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، (چھٹا) وہ مسلمان جو دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور بھلائی کرتا ہے، (ساتواں) وہ بندۂ مومن جو دوسروں پر مہربان ہوتا ہے دکھیاروں کے دکھ پر اس کو ترس آتا ہے، (آٹھواں) وہ گنہ گار جو توبہ کرنے کے بعد توبہ پر قائم رہتا ہے پھر گناہ نہیں کرتا، (نواں) وہ پرہیزگار شخص جو حرام سے بچتا ہے، (دسواں) وہ بندۂ مومن جو ہر وقت پاک وصاف رہتا ہے، (گیارہواں) ایسا بندۂ مومن جو خوب خوب صدقہ کرتا ہے، (بارہواں) وہ مسلمان جس کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں، کسی کا دل نہیں دکھاتا، (تیرہواں) وہ مسلمان جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے (خواہ مال سے ہو یا علم و حکمت سے ہو یا سفارش وغیرہ سے غرض یہ کہ وہ دوسروں کے کام آتا ہے) (چودھواں) حافظ قرآن جو برابر تلاوت کرتا رہتا ہے، (پندرہواں) وہ شخص جو رات میں جب دنیا گہری نیند سو رہی ہوتی ہے تو وہ تہجد پڑھتا ہے اور اپنے رب سے دعا ومناجات میں مصروف رہتا ہے۔"

ابلیس نے اپنے یہ پندرہ دشمن گنائے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے جن نیک بندوں میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں ان پر شیطان کا زور نہیں چلتا اب ہم ذرا غور سے کام لیں تو اندازہ ہوگا کہ اگر یہ صفات جو شیطان نے بیان کی ہیں ہمارے ماحول ومعاشرہ میں پیدا ہو جائیں تو فساد وبگاڑ، باہمی لڑائی جھگڑے حسد و عداوت غیبت و چغلخوری جھوٹ وفریب کی ساری بیماریاں ختم ہو جائیں اور ایسا صاف ستھرا اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آجائے جس کو دیکھ کر دوسری قومیں اور انسانوں کے ساتھ ہمدردی کا ڈھول پیٹنے والوں کے منہ میں پانی آجائے مگر ع

یک حرف کاش کیست کہ صد جا نوشتہ ایم

شیطان نے اپنے جن دشمنوں کو گنایا ہے ان صفات وخصوصیات کا تذکرہ مختلف مناسبتوں سے کتب احادیث کے مختلف ابواب میں آیا ہے اور یہ تو بارہا ذکر ہوا ہے کہ ان صفات کے زندہ ہونے سے شیطان کا کلیجہ پھٹتا ہے اور اس طرح ہاتھ مل کر رہ جاتا ہے جیسے کسی شکاری کا شکار جال میں پھنسنے کے بعد نکل جائے۔

شیطان کے یہ پندرہ دشمن جن کو اس نے گنایا ہے مسلمانوں کے مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہیں اگر ہر طبقہ کا آدمی اپنے دائرۂ کار میں اس کو اپنانے کی فکر کرے تو کیا کسی گاہک کو تاجر سے کوئی شکایت و نفرت ہوگی، کسی مظلوم کو اپنا حق حاصل کرنے میں کچھ دشواری ہوگی کیا کسی بیوہ، یتیم اور فقر وفاقہ کے مارے دکھی مسلمان کو بھوکے پیٹ سونے کی نوبت آسکتی ہے کیا کوئی کوتاہ عمل مسلمان زیادہ دنوں تک غلط راہ پر چل سکتا ہے، اور کیا بدعات وخرافات کا چلن ہو سکتا ہے ہم نے اپنے ایک دوست سے جن کو مدینہ منورہ میں برسہا برس سے قیام کی سعادت حاصل ہے عرض کیا کہ مدینہ کی باتیں سنایئے اسی ضمن میں یہ بھی سوال کرلیا کہ آپ کبھی دیہات میں بدوؤں کی بستی میں بھی جاتے ہیں وہاں کا کیا حال ہے انھوں نے جو جواب دیا اس نے ہم کو ایسی دنیا میں پہنچا دیا جس میں اصحاب رسول ﷺ کے بادیہ نشینوں کی جھلک نظر آئی اور اندازہ ہوا کہ ہمارے اندر مذکورہ بالا صفات پیدا ہو جائیں تو موجودہ بے حیائیوں اور انسانیت سوز چیزوں کا وہاں گذر نہ ہو اور شیطان اپنا سر پیٹتا رہے۔

ہمارے دوست نے بتایا ہم ایک سرکاری کام سے مدینہ منورہ سے تقریباً سو کلو میٹر کے فاصلہ پر کوئی پچاس گھروں پر مشتمل ایک گاؤں میں گئے تو عجب منظر دیکھا پردہ کا سخت اہتمام کوئی عورت برقعہ کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتی، حد یہ ہے کہ شوہر کا چھوٹا بھائی اپنی بھاوج کے سامنے نہیں جا سکتا جس کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے آپ ﷺ پردہ کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے ایک صحابی نے عرض کیا اللہ کے رسول کیا دیور سے بھی پردہ ہے آپ نے فرمایا دیور سے پردہ نہ کرنا تو موت ہے (یعنی بہت ہی خطرہ کی چیز ہے) ہمارے دوست نے بتایا گاؤں کے پورے ماحول پر

بقیہ صفحہ ۲۱ پر

تعارف وتبصرہ

کتابوں کی دنیا

☆ مولانا شمس الحق ندوی
☆ مولانا محمود الحسن حسنی ندوی

نام کتاب : بکھرے موتی
تالیف : مولانا محمد یونس بن مولانا محمد عمر پالن پوریؒ
مبصر : مولانا شمس الحق ندوی
ناشر : کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر دوکان نمبر ۳۳ اردو بازار کراچی۔

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے فرزند ارجمند اور خلف الرشید ہیں وعظ ودعا میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی کا رنگ پایا جاتا ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اپنے وقت کا معتدبہ حصہ مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں گذارتے ہیں اور بڑے تبلیغی اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ والد محترم ہی کی طرح کتب بینی اور مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے خلافت کا شرف بھی حاصل ہے حضرت کی کتابوں کا ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں۔

وعظ کو مؤثر بنانے کے لئے امثال ونظائر بہت مؤثر ہوتے ہیں چنانچہ مولانا دوران مطالعہ ایسے اہم احادیث، مسائل، آداب ایسے واقعات اور مؤثر مضمون کو نوٹ کرتے رہتے ہیں جن سے دوران وعظ فائدہ پہنچایا جائے اس طرح سے رفتہ رفتہ ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا جو نہایت مفید ومؤثر ہے اور پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رنگا رنگ پھولوں سے سجے سجائے چمن کی سیر کر رہا ہے اور دل ودماغ کو نہایت پاکیزہ خوشبو سے تراوٹ پہنچ رہا ہے۔

مکتبہ اشرفیہ کراچی نے اس منتخب مجموعہ کو شائع کرکے ایک مفید کام انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ ناشر ومؤلف کو اپنے لطف وکرم سے نوازے اور قارئین کرام کو ذوق علم وعمل اور روح کی بالیدگی سے نوازے کتابت وطباعت معیاری ہے جلد دیدہ زیب ودیدہ کشش ہے۔ ☆☆

نام کتاب : اسلام اور تعمیر سیرت
نام مصنف : سید کمال اللہ بختیاری ندوی، لکچرر عربی نیو کالج چنائی (مدراس)
زیر اہتمام : آزاد ایجوکیشنل ٹرسٹ، ۳۰/۲ ولیما نکس روڈ ویپری چنائی - ۷ (تامل ناڈو)
صفحات : ۱۴۴
قیمت : ۶۰ روپئے
مبصر : مولانا شمس الحق ندوی

کتاب کا انتساب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام نامی سے کیا ہے جس کے فکر، اخلاص اور دین وملت کے درد وسوز کا اثر کتاب میں نمایاں نظر آتا ہے اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ندوۃ العلماء کے دوران تعلیم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس وخطابات سے براہ راست استفادہ اور اپنے جد بزرگوار مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاریؒ جو مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی طالب علمی کے زمانے کے نہ صرف ساتھی تھے بلکہ ان کے فضل وکمال کے معترف ہی نہیں بلکہ شیدائی تھے ان کی تصنیفات وکمالات کا تذکرہ سنتے اور شوق وذوق کے ساتھ ان کی کتابوں کو پڑھتے تھے وہ کتاب کے آغاز سخن میں لکھتے ہیں کہ دادا جان فرماتے تھے "حضرت علی میاں ندویؒ میری نگاہ میں دست قدرت کا ایک گلدستہ ہیں جس میں مولانا شبلی نعمانی کی تاریخ دانی، انشاء پردازی اور ادب پھر علامہ سید سلیمان ندویؒ کی متکلمانہ تحقیقات اور اسلامی تاریخ کی تدقیقات موجود ہیں" مزید فرمایا "مولانا علی میاں ندویؒ نے جتنی صحبتیں بزرگوں کی پائی ہیں وہ رنگا رنگ گلوں کے مترادف ہے درحقیقت مولانا علی میاں ندوی محبوب المشائخ ہیں۔"

کتاب اسلام اور تعمیر سیرت میں انہی مذکورہ باتوں کا پرتو نظر آتا ہے بلکہ حضرت مفکر اسلام کی درد وسوز سے بھری ہوئی تحریروں کا اثر ابلتا بلکہ چھلکتا ہوا نظر آتا ہے جن عنوانات کے تحت کتاب مکمل کی گئی ہے ان کو دور حاضر میں خصوصاً نوجوان نسل تک پہنچانے اور اعتماد پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ وہ موجودہ صحافت ومیڈیا اور خود ہمارے ملک کے نظام تعلیم نے دین اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات کا ایسا منظم طوفان کھڑا کر دیا ہے کہ اس سے نوجوانوں کو بچانا نہایت ضروری ہے۔

کتاب کی افادیت کا اندازہ ذیل کی چند جلی عنوانات سے کیا جا سکتا ہے جن کو سلیس وشستہ زبان میں عام فہم اور دل کو چھو لینے والے اسلوب میں پیش کیا گیا ہے، جلی عنوانات "فہم توحید، فہم رسالت، فہم آخرت، فہم ایمان کامل اور دفاع شیطان، فہم اصلاح قلب، فہم نقطہ نظر، فہم نظریہ اعتدال ومعیشت، فہم ذکر الٰہی، فہم احتساب، فہم فکر اتحاد، فہم سورۃ العصر۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف سے زیادہ سے زیادہ اپنے دین کی خدمت کا کام لے۔ ☆☆

نام کتاب : قرآن اور جدید سائنس
مصنف : ڈاکٹر سید محمد انس ندوی
ناشر : مسلم ویلفیئر وایجوکیشنل سوسائٹی، ڈی/۳ جی، ڈی، بی نگر، کریلی الہ آباد
مبصر : محمود حسن حسنی

قرآن اور سائنس کے موضوع پر یہ ایک اچھی کتاب ہے، ڈاکٹر سید محمد انس ندوی الہ آباد کے ایک فعال نشیط داعی اور عالم دین ہیں انھوں نے اپنی اس کتاب میں عالم اسلام کی ایک عبقری شخصیت شیخ عبد المجید زندانی یمانی کے بحوث وخطابات اور اپنے شہر الہ آباد کی ایک بزرگ شخصیت جناب ریاض الدین احمد صاحب کی "حیرت کدہ عالم" سے خصوصیت کے ساتھ استفادہ کیا ہے قرآن مجید ایک نصیحت ہے ہدایت نامہ ہے صحیح زندگی گزارنے کا حقیقی سرچشمہ ہے، چنانچہ حیات وکائنات کے حقائق جن کی طرف کلام پاک میں اشارے کئے گئے ہیں آج کی متمدن دنیا میں علوم وحقائق پر غور کرنے والے انسان صدیوں پرانے اشارے پاکر قرآن کریم کو اعجاز والہیت اور انسان کے لئے ہر دور میں اس کے رہنما ہونے کی حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہتا آخر متعدد سائنسداں

جب اپنی محنت وعلم کا نتیجہ دیکھتے ہیں اور قرآن کی آیات پر غور کرتے ہیں تو ایسے ہی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں جیسے جادوگران فرعون معجزۂ موسوی کی حقیقت کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے اور یہ کہہ اٹھے تھے کہ ہم موسیٰ اور سارے جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں، اسی طرح آج کے سائنسداں قرآن کی آیات پر غور کرنے کے بعد ایمان لائے بغیر نہ رہ سکے، ان کا تعلق میڈیکل سائنس سے ہو یا سائنس کے دوسرے میدانوں سے، فلکیات، جمادات، نباتات، حیوانات ان سب میں غور والا یہ محسوس کرتا ہے، دنیا اتنی ترقی کے بعد بھی اس دائرہ کے اندر ہی ہے جس کا خط قرآن نے کھینچ دیا ہے، ۱۳۶ صفحات کی اس کتاب میں مشاہدات کی روشنی ناظرین کے لئے حقائق واضح طور پر پیش کردیئے گئے ہیں، قیمت صرف ۴۰ روپئے ہے۔ ☆☆☆

نام کتاب :گلوبلائزیشن اور اسلام

مصنف :مولوی یاسر ندیم صاحب قاسمی

ناشر :دارالکتاب دیوبند

مبصر :محمود حسن حسنی

جس موضوع پر یہ کتاب تصنیف کی گئی ہے یہ عالم کا ایک بڑا ہی حساس موضوع ہے، اسے استعمار کا نیا ایڈیشن بھی کہا جاسکتا ہے، درحقیقت عالمگیریت کا یہ تصور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب اور صیہونیت کی ایک گہری سازش ہے، آج جب کہ امریکہ یورپ اور اسرائیل کا فکری طور پر اتحاد وجود میں آیا، اس کے حربے اسلام کے خلاف تیز ہوتے جارہے ہیں یہ اپنی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد کہ مسلمان اپنے مذہب سے (العیاذ باللہ انحراف کرتے) مسلمانوں کو ذہنی وثقافتی وتہذیبی ارتداد میں مبتلا کرنے کے لئے نئے نئے آلات حرب ایجاد کررہے ہیں انہی میں ایک یہ بھی ہے مگر مسلمان اس کی خطرناکی اور اس کے ساتھ اس کی ناکامی سے پورا آگاہ ہوچکا ہے، اس کتاب میں محنت وجستجو سے اس سلسلہ میں اچھا اور مفید مواد اکٹھا کیا گیا، جواں سال مصنف مبارکباد کے مستحق ہیں، یہ کتاب ۵۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ☆

نام کتاب :معارف صوفیہ

مصنف :حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الہ آبادی

ناشر :مکتبہ دارالمعارف وصی آباد، الہ آباد، یوپی

حضرت مولانا قمرالزماں صاحب مدظلہم

مبصر :محمود حسن حسنی

مصنف کتاب صاحب استقامت عالم دین اور شیخ طریقت ہیں، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے داماد ومجاز صحبت اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ کے مجاز بیعت وارشاد ہیں، راہ تصوف وسلوک کے ساقی، اور معارف صوفیہ کے حقیقت شناس ہیں برسہابرس سے وہ تصنیف وتالیف میں اسی کو اپنا موضوع بنائے ہوئے ہیں، اقوال سلف چھ جلدوں میں ان کی مقبول عام کتاب ہے، اس کے علاوہ اذکار وادعیہ، سیرت وسوانح پر ان کی تصنیفات ہیں۔

اس کتاب میں مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی نسبت صوفیہ سے متعلق مضمون، پروفیسر خلیق احمد نظامی کی صوفی کے تعلق سے تحقیق کے علاوہ، امام قشیری، حکیم الامت مولانا تھانوی، مولانا عبدالباری ندوی، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی تحقیقات و معارف کو پیش کیا گیا ہے۔

کتاب میں حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کا ایک شعر معرفت کا لب لباب ہے۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

صفحات ۵۴۴ ہیں قیمت ۵۰/روپئے۔ ☆☆☆

نام کتاب :النصر

مدیران :ظفر عالم علیگ، حامد علی اختر

شائع کردہ :النصر F-11، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی

صحافت تعمیر انسانیت کا بھی کام کرتی ہے، اور تخریب انسانیت کا بھی، سچائی، دیانت وامانت کے ساتھ واقعات پیش کئے جائیں، اور خیرخواہانہ حل بھی رکھا جائے تو یہ انسانیت کو صحیح رخ پر لانے میں اور معاشرہ کے بگاڑ کو دور کرنے میں اور صحیح شعور پیدا کرنے میں بڑی معاون ہوگی، اسی جذبہ سے اخبارات وجرائد نکالے جانے کی فضا ملک میں بھی ہے اور دنیا میں بھی، لیکن کچھ ہی وقت میں ریل پٹری سے ہٹ جاتی ہے، اس کے ساتھ سوار زخم خوردہ ہوئے بغیر نہیں رہتے، اخبارات کے قارئین کی مثال انہی سواروں کی ہے، جناب ظفر عالم صاحب نے ملت کی خدمت کے جذبہ سے یہ کوشش کی ہے۔ ☆☆☆

نام کتاب :مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء

تالیف :مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب

ناشر :مولانا محمد رزین اشرف ندوی، توپ خانہ مسجد، ۹۲ شیواجی، پونے 411005

مبصر :محمود حسن حسنی

صفحات :۵۰۲

مصنف کتاب دارالعلوم دیوبند کے فاضل و مفتی ہیں، دبئی کی مسجد الوقف الخیری میں خدمات انجام دے رہے ہیں، تصنیف وتالیف ان کا محبوب مشغلہ ہے، احادیث قدسیہ زیر طبع ہے اور علامات قیامت بھی منظر عام پر آنے کو ہے، وصایا پر اور بھی لوگوں نے کام کئے ہیں، لیکن یہ کام بقول مخدوم گرامی مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند، دینی لٹریچر میں ایک وقیع اضافہ ہے، "کتاب کے ماخذ مستند کتب حدیث وسیر ہیں" "کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے کیا ہے، گویا سید المرسلین ﷺ کی وصایا کو سید الوصایا قرار دیا ہے، خطبہ کے علاوہ بھی رسول ﷺ کی وصایا دی ہیں، جو آپ ﷺ نے مختلف موقعوں پر الگ الگ صحابی کو کیں، پھر انبیاء میں سیدنا آدمؑ، سیدنا نوحؑ، سیدنا ابراہیم خلیل اللہ، حضرت داودؑ، حضرت سلیمان، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کی وصایا ذکر کی ہیں، پھر حضرت لقمان حکیم کی، پھر خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام اس کے بعد تابعین عظام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ میں جن کی وصایا تلاش بسیار کے بعد مصنف کو موصول ہوئیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مسترشدین، طلبہ اور افراد خاندان کے نام متفرق وصایا کو یکجا کرکے ایک اچھا کام کیا، یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک موقع پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت یعقوب کی اسی وصیت کے تعلق سے فرمایا تھا یہ بھی اچھا کام ہوسکتا ہے کہ ایسی وصیتیں ایک جگہ جمع کردی جائیں، شاید حضرتؒ کی یہ بات کسی واسطے سے مصنف کو بھی پہونچ گئی ہو۔ ☆☆☆

سوال وجواب

مفتی محمد طارق ندوی

سوال: ایک صاحب جن کی وضع قطع شرعی نہیں ہے کیا وہ جمعہ میں کھڑے ہوکر عوام کو وعظ ونصیحت کرسکتے ہیں؟

جواب: ہاں عوام کو وعظ ونصیحت کرسکتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین﴾ آپ سمجھائیں اس لئے کہ سمجھانا مومنین کو نفع دیتا ہے اور دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ "تم بہترین امت ہو لوگوں کو نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ومن احسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحا﴾ "اور اس سے اچھی کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے۔

لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ارشاد خداوندی ہے ﴿یا أیها الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتاً عند الله ان تقولوا مالا تفعلون﴾ "اے ایمان والو! تم وہ بات کرنے کو کیوں کہتے ہو جسے تم (خود) نہیں کرتے یہ بات اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ کہو جسے خود نہ کرو اور دوسری جگہ شعراء کے نقائص کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ﴿الشعراء يتبعهم الغاوون ألم تر أنهم فی كل واد يهيمون وأنهم يقولوا مالا يفعلون﴾ "شعراء ان کی پیروی بھٹکے ہوئے لوگ کرتے ہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکے ہوئے پھرتے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل پیرا نہیں ہوتے ہیں۔"

مذکورہ آیات کی روشنی میں لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے شریعت پر عمل کرنے پر ابھارنے کے لئے مذکورہ شخص کا بیان کرنا درست تو ہوگا وہ وعظ ونصیحت کرسکتا ہے لیکن اس کی وضع قطع شرعی ہونی چاہئے۔

سوال: ناخن پالش کا ناخن پر موجود ہوتے ہوئے وضو درست ہے کہ نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں جب تک پالش کھرچ کر صاف نہ کردی جائے وضو درست نہیں ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے نیا مکان تعمیر کیا اور اپنے مکان کی بلندی پر پرانا جوتا اور جھاڑو کو اس خیال سے کہ کسی کی نظر نہ لگے لٹکا دیا ہے اس کا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے یہ صرف وہمی اشخاص کا شیوہ ہے جس سے اجتناب شرعاً لازم ہے یہ غیر قوموں کی دین ہے جن کے مذہب کی بنیاد پوری کی پوری وہم وخرافات پر ہے اس طرح کی چیزوں سے اجتناب ہر اس شخص پر لازم ہے جس کا دین سے ذرا سا بھی تعلق ہے۔

☆☆☆

سراج احمد راعینی

عربیہ نقاب سنٹر
Arabia Naqab Centre
دوکان نمبر ۴۸ ریسمینٹ، امین کامپلیکس، اکبری گیٹ لکھنؤ
ہمارے یہاں فینسی اور سعودی نقابیں اسکارف وڈاھٹے رومال وغیرہ تھوک وچلکر دستیاب ہیں۔
نوٹ: ہمارے یہاں سلائی وکڑھائی بھی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی اہم کتاب
﴿اصلاحیات﴾
مندرجہ ذیل موضوعات پر
☆ روشنی کا مینار ☆ مرد خدا کا یقین ☆ نیا خون ☆ مذہب یا تہذیب ☆ یہ اخلاقی گراوٹ کیوں؟
☆ ہندوستانی سماج کی جلد خبر لیجیے ☆ آنکھوں کی سوئیاں ☆ دنیا کی سالگرہ ☆ مسلمانوں پر ایک نظر
قلب پر تین اثر ☆ صورت وحقیقت ☆ انسان کی تلاش ☆ دنیا کی فلاح اور انسان کا کردار۔
خوبصورت کتابت وطباعت۔ قیمت/۴۰ روپئے
ناشر
مکتبۂ اسلام ۲/۵۴ ۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ یوپی۔ انڈیا

ایک رپورٹ

روداد دو روزہ بین الاقوامی سیمینار

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی: حیات و خدمات

زیر اہتمام عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان

تلخیص و ترتیب: اقبال احمد ندوی

عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان کے اشتراک و تعاون سے رابطہ ادب اسلامی کے بانی اور پہلے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر مورخہ ۱۰-۱۱ اپریل ۲۰۰۴ء کو اسلام آباد میں ایک دو روزہ بین الاقوامی سیمینار کا اہتمام کیا، اس میں پاکستان کے علاوہ جنوبی افریقہ اور ایران سے آنے والے وفود نے شرکت کی، ہندوستان سے بھی رابطہ ادب اسلامی کے نائب صدر اور اس کے شعبہ ممالک مشرقیہ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی قیادت میں ایک موقر وفد شرکت کے لئے تیار تھا لیکن بروقت ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے شرکت سے قاصر رہا، تاہم حضرت مولانا مدظلہ العالی نے اپنے مقالہ اور پیغام سے شرکت فرمائی، سیمینار میں حضرت کا پیغام اور مقالہ دونوں پڑھ کر سنایا گیا، نیز مرکزی صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح نے بھی اپنے پیغام سے سیمینار کو وقار بخشا۔

افتتاحی نشست: سیمینار کی افتتاحی نشست مورخہ ۱۰ اپریل ۲۰۰۴ء کو مین آڈیٹوریم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں منعقد ہوئی، اس کی صدارت بحیثیت جنرل (ر) خالد مقبول صاحب گورنر پنجاب نے فرمائی، اس نشست میں ڈاکٹر سید سلمان ندوی (جنوبی افریقہ) حاجی شیخ نذیر احمد، مولانا سمیع الحق (مدیر اعلی ماہنامہ "الحق" اور مہتمم دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) اور جناب ڈاکٹر سید الطاف حسین وائس چانسلر بین الاقوامی یونیورسٹی مہمانان خصوصی تھے۔ جلسہ کی نظامت کے فرائض ڈاکٹر محمد ضیاء الحق (صدر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے انجام دیے۔

سب سے پہلے صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان جناب حافظ فضل الرحیم صاحب نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، اور حضرات مندوبین، مہمانان گرامی، خصوصاً صدر جلسہ جناب گورنر پنجاب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے پس منظر، اس کے اغراض و مقاصد اور "ادب اسلامی" کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ رابطہ ادب اسلامی کا قیام بیسویں صدی کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے، یہ اسلام پسند ادیبوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے، یہ ایک علمی اور ادبی برادری ہے، اور دنیا میں بامقصد اور اصلاحی ادب کا فروغ چاہتی ہے۔ انہوں نے اس سیمینار کے علمی اور فکری پس منظر کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی کا ادبی، علمی اور تحقیقی دور نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے، ان کی ذات اصل میں اہل علم و دانش کے لئے ایک نمونہ اور ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے، ان کے یہاں اپنے عہد کا بہترین ادب دیکھنے اور پڑھنے کو ملتا ہے، اس لئے ان کی علمی شخصیت اور کارناموں کا مطالعہ اعلیٰ اور وقیع ترین علمی اور فکری افکار کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ ان کے اظہار و بیان کی اعلیٰ ترین صورتوں کو بھی محیط ہوگا۔ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے مرکزی صدر ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح (ریاض) چند وجوہ کی بناء پر تشریف نہ لاسکے، تاہم انہوں نے سیمینار کے لئے اپنا پیغام بھیجا جسے ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے حاضرین کو پڑھ کر سنایا، اور پھر اس کا مفہوم بھی پیش کیا۔ ڈاکٹر عبدالقدوس نے اپنے پیغام میں اس سیمینار کے انعقاد پر اپنی بے پایاں مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے موزوں ترین قدم قرار دیا، اور اس رائے کا اظہار کیا کہ اس سیمینار کے انعقاد سے مولانا کے علمی اور فکری کارناموں پر نئے سرے سے مطالعہ اور تحقیق کا آغاز ہوگا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے بھی جو رابطہ ادب اسلامی کے ممالک مشرقیہ کے صدر ہیں، اس موقع کے لئے اپنا پیغام بھجوایا تھا، جسے ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے پڑھ کر سنایا، مولانا نے اپنے پیغام میں رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے ذمہ داروں کو اس مذاکرۂ علمی کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی، اور کہا کہ ماضی میں ادب کا اسلام سے تعلق صرف اسی قدر سمجھا جاتا رہا ہے کہ اسلام نے اس کے محتاط اور پرہیز گار حصہ کی اجازت دی ہے، نیز اس کے ہمدردی کے شعر و ادب کو عربی کے اسلامی مراجع یعنی قرآن و حدیث کی عبارتوں کے مطالب کے تعین اور اس کی وضاحت میں مدد لینے کے لئے لائق مطالعہ و استفادہ قرار دیا ہے، لیکن یہ بات ایک عرصہ سے ذہنوں سے مخفی ہو رہی تھی کہ زندگی کے صالح اور قابل استفادہ حقائق کو دوسروں تک منتقل کرنے اور خیر خواہانہ و خیر پسندانہ ترجمانی کے کام میں ادب کیا عظیم خدمت انجام دے سکتا ہے اور دیتا رہا ہے، جس کی مثالیں خود کلام اللہ اور کلام رسول اللہ (ﷺ) میں ہم کو اعلیٰ پیمانے کی ملتی ہیں، اور اسلام کی شروع کی صدیوں میں اس پر عمل بھی ہوا ہے۔ انسانی زندگی صرف سطحی واقعات پر ہی مبنی نہیں ہوتی، وہ اپنے اندر احساسات و تاثرات کی ایک دنیا رکھتی ہے، اور اس میں خیر طلبی اور خیر پسندی کا بھی مزاج ودیعت کیا گیا ہے، اس کے لئے انسانوں کے مابین ایسی ترجمانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعہ دل کی بات دل تک بحسن و خوبی منتقل ہو جائے، اس کے لئے ادب ایک بہت اچھا ذریعہ بنتا ہے۔ ہم تاریخ اسلام کے علم و ثقافت کے سرمایہ کا گہری نظر سے جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو جگہ جگہ بہت سے ایسے نمونے ملتے ہیں جو ادب کے قابل قدر سرمایہ میں شمار کئے جانے کے پورے مستحق ہیں، ہم کو ان سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے، اور ادب نواز حضرات کے سامنے لانا چاہئے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضامین میں اس کی طرف توجہ بھی دلائی اور بذات خود بھی یہ کام انجام دیا، اور ان کے تعاون و فکرمندی سے رابطہ ادب اسلامی کا یہ عالمی ادارہ وجود میں آیا اور سرگرم عمل ہوا، اور الحمد للہ یہ آج برگ و بار لانے لگا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی تعلق کی بناء پر اس اقلیم کے ذمہ داروں کو اپنا احساس تشکر پیش کرتا ہوں، اور اپنی مسرت اور قدردانی کا اظہار کرتا ہوں۔

مولانا سید سلیمان ندوی (مؤلف سیرۃ النبی) کے صاحبزادے اور ڈربن یونیورسٹی (جنوبی افریقہ) میں کلیہ علوم اسلامیہ کے سابق ڈین اور نامور اسکالر ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے کلیدی خطاب میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے علمی اور فکری پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ سوانح نگاری کا جو سفر علامہ شبلی نعمانی سے شروع ہوا تھا، وہ مولانا ندوی پر حد کمال کو پہونچ گیا، مولانا ندوی بڑی صالح فطرت اور بڑی متوازن شخصیت کے حامل تھے، وہ جن لوگوں سے متاثر تھے ان میں میرے والد علامہ سید سلیمان ندویؒ بھی شامل تھے۔

نشست مقالات: اس کے بعد مقالات کی تین نشستیں ہوئیں جن میں مجموعی طور پر تیس سے زائد مقالات پیش کئے گئے، مقالہ نگار حضرات نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دل آویز شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا، اور ان کی شخصیت اور خدمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ ذیل میں چند اہم مقالات کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ایک معمار ملت۔ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی: حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور سربراہان مملکت۔ ڈاکٹر عبدالرؤوف ظفر: مولانا ابوالحسن علی ندوی بحیثیت مصلح و داعی اسلام۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر: ماذا خسر العالم پر ایک نظر۔ ڈاکٹر نور الدین جامی: مولانا ابوالحسن علی ندوی صحبتے با اہل دل کے آئینہ میں۔ ڈاکٹر انور محمود خالد: مولانا ابوالحسن علی ندوی کی خاکہ نگاری۔ پرانے چراغ کے حوالے سے۔ ڈاکٹر محمد صدیق شبلی: مولانا ابوالحسن علی ندوی کی اقبال شناسی۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف: مولانا ابوالحسن علی ندوی بحیثیت نثر نگار۔ ڈاکٹر خالد ظفر اللہ داؤدی: حدیث نبوی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی: مولانا ندوی اپنے معاصرین و رفقاء کی نظر میں۔ ڈاکٹر سلیم طارق: مولانا علی میاں اور ان کا معاصرین کے ساتھ فکری تقابل۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ: عالم عربی کا کردار مولانا ندوی کے افکار کی روشنی میں۔ حکیم محمود احمد ظفر: مولانا ابوالحسن علی ندوی اور رد قادیانیت۔ ڈاکٹر سفیر اختر: مولانا "مکتوبات مفکر اسلام کے آئینہ میں"۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم: القراءۃ الراشدۃ کا علمی و تدریسی مقام و تحقیقی مطالعہ۔ ڈاکٹر سید سلمان ندوی: مولانا بطور سوانح نگار وغیرہ۔

اختتامی نشست: سیمینار کا اختتامی اجلاس "ادارہ تحقیقات اسلامیہ" فیصل مسجد بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے مرکزی ہال میں منعقد ہوا، اجلاس میں ملک بھر کی جامعات اور بیرون ملک سے آئے ہوئے مندوبین نے شرکت کی، اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔ جناب محمد اعجاز الحق (وفاقی وزیر برائے امور مذہبی و اقلیتی امور) نے صدارت کی۔

تجاویز و سفارشات: سیمینار کے اختتامی اجلاس میں جو تجاویز و سفارشات پیش کی گئیں، ان میں جامعات میں مولانا ندوی کی مسند قائم کرنے، حکومت کی طرف سے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے لئے سالانہ گرانٹ منظور کئے جانے، نیز رابطہ کی اپنی لائبریری مع ضروری لوازم کے قائم کئے جانے، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر علمی مذاکروں اور سالانہ تقریب کے اہتمام اور مقالات کی اشاعت اور علاقائی ادب میں اسلامی ادب کی دریافت پر خصوصی توجہ مبذول کئے جانے کی تجاویز شامل ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنے کلیدی خطاب میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی، انہوں نے کہا کہ مولانا اردو زبان کے تو صاحب طرز ادیب تھے ہی، وہ عربی کے بھی بہت اعلیٰ پائے کے ادیب تھے، انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی کی عربی تحریر ڈاکٹر طہ حسین، احمد امین اور سید قطب شہید کے پائے اور انہی کے معیار کی ہے، بلکہ بعض پہلوؤں سے ان سے بھی بڑھ کر ہے۔

آخر میں صدر اجلاس جناب محمد اعجاز الحق نے مولانا ندوی کی شخصیت اور خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مولانا کی شخصیت کو اہل علم و ادب کے لئے ایک نمونہ قرار دیا اور کہا کہ اس دور کے علماء کو ان کی تقلید کرنی چاہئے، انہوں نے کہا کہ مولانا کی ذات میں شدت پسندی نہیں تھی، انہوں نے رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داروں کو نئی نسل کو بھی اپنی توجہات کا مرکز بنانے کی ہدایت کی۔

تقریب کے آخر میں حافظ فضل الرحیم نے رابطہ کی طرف سے اور ڈاکٹر حسن الشافعی نے بین الاقوامی یونیورسٹی کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا، اور اس کے ساتھ ہی سیمینار اختتام پذیر ہوگیا۔

☆☆☆

(جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل اترپردیش جناب ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب کی پیش کردہ رپورٹ بہ عنوان "فکر نشیمن" کے مطالعہ سے متاثر ہو کر لکھی گئی ایک نظم۔ یہ رپورٹ ۱۸ اپریل ۲۰۰۴ء کو صوبائی کانفرنس کے اجلاس عام منعقدہ ندوہ میں پیش کی گئی تھی۔)

جاری رہے "تکبیر مسلسل"
"فکرِ نشیمن"، ذکرِ نشیمن
قریہ قریہ، بستی بستی
دانہ دانہ، چنگی چنگی
باز! باز !!، معمارِ نشیمن
ایک نہیں، دو چار نشیمن
کرتا جا، انبار نشیمن
بادِ مخالف، تند ہوائیں
فکرِ نشیمن !، فکرِ نشیمن

(محمد حسن انصاری)

ایک اہم اعلان

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی مرحوم کی وفات کے بعد دینی تعلیمی کونسل، اترپردیش کا ایک اہم صوبائی اجلاس ۱۸ اپریل ۲۰۰۴ء کو ندوہ میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں ہمارے مخدوم و محترم جناب سید حامد صاحب نے بھی شرکت فرمائی تھی جس کی تفصیل کی اشاعت کا خود راقم سطور کو بھی اشتیاق تھا لیکن ادھر سیمناروں کی اس قدر رپورٹیں آتی رہیں کہ خود راقم سطور کو شبہ ہونے لگا کہ کہیں "تعمیر حیات" "خبرنامہ" یا "رپورٹ نامہ" نہ بن جائے اس لئے صدر دینی تعلیمی کونسل اور مخدومنا المکرم جناب سید حامد صاحب کی تقاریر کی اشاعت کے لئے کسی ایسے مناسب وقت کا انتظار کیجئے جب "رپورٹوں" کا پڑھنا یا دیکھنا آپ کے لئے بار خاطر نہ رہے اور وہ رپورٹ نگاہ شوق سے پڑھی جا سکے۔ رپورٹیں ارسال کرنے والوں سے بصد احترام التجا ہے کہ وہ اختصار سے کام لیں اور قارئین نیز ادارہ کے لئے پریشانی کا باعث نہ بنیں۔ یہ یاد رہے کہ مدیر قارئین کی عدالت میں بہرحال جواب دہ ہوتا ہے۔ (امین شجاع)

تدوین حدیث کی مختصر تاریخ

از: قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی

تدوین حدیث کی مختصر تاریخ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں پیدا ہوئے اور نبی ہونے کے بعد بہت تھوڑی سی مدت میں آپ نے پہلے وہاں کی مذہبی، سیاسی، سماجی اور اخلاقی زندگی کی کایا پلٹ دی، وہ لوگ جو طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا تھے ان کو اپنے قول اور عمل سے نیک چلن بنا کر قوموں کا امام بنا دیا اور پھر ملک عرب سے دور بسنے والی انسانی آبادی پر بھی آپ کی بتائی ہوئی باتوں اور آپ کے کاموں کا اتنا زیادہ گہرا اثر پڑا جس سے اسلام کی ایک شاندار تاریخ بن گئی، جس کے بنانے میں حدیث اور سنت کو بڑا دخل ہے۔

حدیث کی تعریف

"محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور ایسے واقعات جو ان کے سامنے پیش آئے لیکن ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی (جسے اصطلاحاً تقریر کہتے ہیں) غرض پیغمبر ﷺ کے اقوال و افعال و تقریر کا نام حدیث ہے اور بعضوں نے اس کو آگے بڑھا کر پیغمبر ﷺ کے صحابہ اور بعضوں نے صحابہ کے شاگردوں یعنی تابعین کے اقوال و افعال کو بھی اس فن کے ذیل میں شریک کر لیا ہے"۔

(تدوین حدیث مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۱۶)

صحابہ کرامؓ آپؐ سے بہت محبت کرتے تھے، اور اپنے مال و دولت، بیوی بچوں بلکہ اپنی جانوں سے زیادہ آپؐ کو چاہتے تھے اور سب کچھ آپؐ پر قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی توجہ اور غور سے آپؐ کے ہر قول و عمل کو سنتے، دیکھتے اور کتنی احتیاط سے دوسروں تک پہنچاتے ہوں گے۔ قرآن مجید میں جہاں آپؐ کی پیروری کا حکم دیا گیا ہے "اتباع" اور "اطاعت" کے الفاظ لائے گئے ہیں، اتباع کبھی کسی کے قول یعنی بات کا ہوتا ہے اور کبھی فعل یعنی کام کا، حضرت محمد ﷺ کا اتباع ٹھیک طور پر جب ہی ہوگا جب کہ آپؐ کی بتائی ہوئی باتوں پر ان کے منشا کے مطابق عمل کیا جائے جو کام آپؐ نے کئے ہیں ان کو یہ سمجھ کر کریں کہ ہم آپؐ کی پیروی کر رہے ہیں، اور جو کام آپؐ نے نہیں کئے ہیں ان کو پیروی کے خیال سے نہ کرنے کو بھی اتباع کہا جائے گا۔

اطاعت کے معنی ہیں کسی کے حکم کو ماننا اور اس کے احترام کے خیال سے ویسے ہی کرنا جیسا کہ وہ کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (سورہ النور)

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ میں لفظ أَطِيعُوا مکرر آیا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول کی مستقل اطاعت مطلوب ہے، اور أُولِي الْأَمْرِ کے ساتھ بغیر اطیعوا کے صرف واو عاطفہ لائے اور صریحاً "اطیعوا" کا لفظ نہ لانے سے اس جانب اشارہ مطلوب ہے کہ أُولِي الْأَمْر کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کے تحت اس کی اطاعت مقصود ہے۔ قرآن کی آیتوں میں رسول کی اطاعت اور اتباع کی جو بار بار تاکید کی گئی ہے اس پر عمل کا طریقہ یہی ہوگا کہ جس طرح رسول نے کیا ہے ہم بھی ویسا ہی کریں، جس طرح اور جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھی ہم بھی اسی طرح نماز ادا کریں، روزہ کے متعلق جو آپؐ کا عمل اور ہدایات ہیں ان پر چلیں، حج کا جو طریقہ آپؐ نے بتایا اور خود کیا اسی کے مطابق عمل کریں، زکوٰۃ کس مال پر دی جائے، کب ادا کی جائے کتنی اور کس کو دی جائے اس کے بارے میں رسول کے بتائے ہوئے اصول پر چلیں، لین دین، نکاح و طلاق، اخلاق، معاملات اور رہن سہن کے جو قاعدے آپؐ نے مقرر کئے ہیں ان کی پابندی کریں۔

قرآن میں ارشاد ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ، (سورہ آل عمران: ۳۱)

"پیغمبرا تم کہہ دو (کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تو) محبت کرے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہاری خاطر تمہارے گناہ اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو انسانی زندگی کے کسی خاص شعبہ کا نمونہ نہیں بنایا تھا بلکہ جو کچھ قرآن میں بتایا تھا وہ سب آپ کی زندگی میں عملی طور پر موجود تھا، مشہور محدث و مفسر حافظ عماد الدین ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت صاف طور سے بتاتی ہے کہ جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہو اور محمد ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر نہ چلتا ہو اس کو جھوٹا کہا جائے جب تک کہ وہ شریعت محمدیہ کا اتباع نہ کرے اور آپؐ کے تمام اقوال و افعال کو اپنے لئے نمونہ نہ بنائے۔

حدیث کی ضرورت اور اس کا قرآن سے تعلق

آسمانی کتابوں میں عام طور پر احکام کی تفصیل نہیں ہوتی ان میں اصول ہوتے ہیں، کیونکہ اگر ہر ہر بات کو کھول کر اور تفصیل سے بتایا جاتا تو اس کتاب کے ماننے والوں کے لئے اس کا پڑھنا بہت مشکل ہو جاتا، رسول اپنے قول و عمل سے اس کو سمجھاتا ہے، اگر قرآن کے احکام پر تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ صرف عربی زبان کا جاننا قرآن کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہے، کوئی شخص عربی زبان کا کتنا ہی ماہر، کیسا ہی عقل مند اور بات کی گہرائی تک پہنچنے والا کیوں نہ ہو جب تک وہ حدیثوں کو سامنے نہ رکھے گا اس کی سمجھ میں پورے طور پر قرآن مجید نہیں آسکتا، صحابہ کرامؓ جو برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے جب کسی آیت کا مطلب ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا تو وہ آپ سے پوچھ لیا کرتے تھے، قرآن میں ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ،

"اور ہم نے اتارا ہے تم پر ذکر (قرآن) تا کہ تم اچھی طرح سمجھا دو لوگوں کو جو اتارا گیا ہے ان کے لئے اور تا کہ وہ (بھی ان باتوں کو) سوچیں۔"

آیت بالا میں لفظ "للناس" سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اگرچہ خود بیان سہی، لیکن ہر شخص اس بیان کے سمجھنے سے قاصر ہے، اس قصور کی وجہ سے اس بیان کو اور واضح کرنے کے لئے رسول بھیجا جاتا ہے۔

"آج کل مغربی تہذیب کے اثرات اسلامی ملکوں میں بہت نظر آرہے ہیں، اور اس تہذیب سے زیادہ متاثر مسلمانوں کا ذہین طبقہ ہے، لیکن اس تہذیب کے ساتھ سنت نبوی پر عمل نہیں ہو سکتا اور یہ دونوں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں، عجیب بات ہے کہ یہ لوگ تہذیب حاضر کی ظاہری شان و شوکت، اس کی مادی طاقت اور چمک دمک سے مسحور ہو کر اس کی پرستش میں لگ گئے ہیں اور مغربیت میں رنگ جانا ایک بڑا سبب ہے کہ جس کی وجہ سے احادیث اور سنت نبوی ان کے نزدیک اہم اور قابل قبول نہیں ہیں ظاہر ہے کہ سنت نبوی مغربی تہذیب کی بنیادی طرز فکر کی مخالف ہے، اس لئے اس کے شیدائیوں نے قرآن کی من مانی تفسیر کرنے کے لئے یہ کہہ دیا کہ مسلمانوں کے لئے احادیث کا ماننا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ قابل اعتماد نہیں، قرآن کو ایک مکمل، آسان اور جامع کتاب کہا جاتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے سمجھنے میں حدیثوں یا سنت نبوی کی ضرورت نہیں ہوتی، اس کے جامع ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں انسان کی دینی و دنیوی کامیابی کے لئے تمام ضروری باتوں کو مختصر طور پر بتا دیا گیا ہے جن میں سے بہت سی چیزوں کی تفصیل حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے، قرآن کی کسی آیت کا مطلب سمجھنے میں جب صحابہؓ کو دشواری پیش آتی تو وہ آپؐ سے پوچھ لیا کرتے تھے، اسی لئے حدیثوں میں بعض آیتوں کی تفسیر موجود ہے، اور اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حدیث اور قرآن کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے۔

قرآن میں بہت جگہ اقیموا الصلوۃ (نماز قائم کرو) کے الفاظ سے نماز کا حکم دیا گیا ہے، کسی جگہ تلاوت یعنی قرآن کے پڑھنے کا حکم ہے، کہیں رکوع و قیام کا، کہیں سجدہ کا اور کہیں تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کا اور یہ سب نماز کے ارکان ہیں، لیکن پوری نماز کیسے پڑھی جائے، کس وقت پڑھی جائے اور کس میں کتنی رکعتیں پڑھی جائیں، اس کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی آیتوں کو سامنے رکھ کر صحابہ کو بتایا اور خود بھی ساری عمر اسی طرح نماز پڑھتے رہے، اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، حج اور بہت سے احکام کے متعلق جو آیتیں ہیں ان کے سمجھنے کے لئے حدیثوں سے مدد لینا پڑے گی کیونکہ اس کے بغیر ان آیتوں پر عمل ہی نہیں ہو سکتا، مولانا شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب "خیر کثیر" میں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قیام، تکبیر، تلاوت قرآن، رکوع اور سجدہ کا حکم دیا ہے اور رسول اللہؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نماز کے ارکان ہیں نماز کے بارے میں جتنی حدیثیں میرے علم میں ہیں ان پر بہت غور کرنے کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تمام حدیثیں بڑے اچھے ڈھنگ سے قرآن کریم سے نکالی گئی ہیں" (خیر کثیر، مترجم ص ۲۹۳، ۲۹۴)

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ. (آل عمران: ۱۶۴)

"یقیناً بڑا احسان کیا اللہ نے ایمان والوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے (جو) پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے ان کو قرآن اور سنت اگرچہ وہ تھے اس (رسول کے آنے) سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں۔"

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا کام اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی آیتیں دوسروں تک پہنچا دے بلکہ جس کتاب کو لے کر وہ آیا ہے اس کی تعلیم بھی اس کا فرض ہے، اور تعلیم کبھی صرف زبان سے ہوتی ہے، کبھی عمل سے اور کبھی زبان و عمل دونوں سے ہوتی ہے، آیت میں "الکتاب" کا مطلب قرآن ہے اور "الحکمۃ" حدیث یا سنت رسول کو کہا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کی تعلیمات کو چھوڑ کر صرف اپنی عقل سے "الکتاب" یعنی قرآن کے معنی سمجھانے کی کوشش کرے تو اس پر پورا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ صحیح ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور عمل سے بتائے ہوئے معنی و مطلب کے صحیح ہونے پر اس لئے یقین کرنا ہوگا کہ وہ رسول کا بتایا ہوا ہے کہ جو اللہ سے بہت قریب ہوتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

وَأَنزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ، وَكَانَ

فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ (النساء)

"اور اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت اور سکھایا تم کو جو کچھ (پیغمبر) تم نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔"

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ کتاب کے ساتھ آپ کو حکمت بھی دی گئی اور اسی لئے آپ نے قرآن کے ساتھ حکمت (حدیث یا سنت) کی بھی تعلیم دی۔

صحابہ کرامؓ ہر معاملہ میں دیکھتے تھے کہ آپ کا کیا طریقہ رہا ہے اور پھر اسی کے مطابق عمل کرتے تھے، صحابہ کے بعد ہر زمانے کے علماء نے اسلامی قانون کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے قرآن کے بعد حدیث کو دوسرے درجہ پر رکھا ہے۔

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ "حکمت" حضورؐ کی سنت کو کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترکت امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۳۱)

"میں نے دو چیزیں چھوڑیں ہیں، تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے جب تک تم (عمل سے) ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے (ایک) اللہ کی کتاب ہے اور (دوسری) اس کے رسول کی سنت ہے۔"

تدوین حدیث

حدیثوں کے جمع کرنے کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کی وفات کے تقریباً سو سال کے بعد حدیثوں کے جمع کرنے اور لکھنے کا کام شروع ہوا، لیکن اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے تب بھی حدیثوں کے بھروسہ کے قابل ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

علم تاریخ کے ماہر خوب جانتے ہیں کہ حکومتوں، ملکوں اور قوموں کے بننے اور بگڑنے کی تاریخ لکھنے اور گزرے ہوئے زمانہ کے حالات و واقعات کا موجودہ زمانہ سے جوڑ ملانے کے لئے کس کس ڈھنگ سے کوشش کی جاتی ہے اور کیا کیا طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، قبروں سے نکالے ہوئے پرانے پتھر، پرانے سکے، کھنڈروں سے نکلے ہوئے مٹی، چینی وغیرہ کے برتن اور نہیں معلوم کن کن چیزوں سے تاریخ کے بنانے میں مدد لی جاتی ہے، اور کسی تاریخ کا سب سے زیادہ بھروسہ کے قابل وہ حصہ سمجھا جاتا ہے کہ جس کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس زمانہ میں مؤرخ خود موجود تھا لیکن حدیث مسلمانوں کا ایک ایسا تاریخی سرمایہ ہے کہ جس کی روایت کرنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں خود آپ کے ساتھیوں میں سے تھے اور جنہوں نے آپ کو دیکھا وہ تو اس سے کہیں زیادہ تھے۔

توفي النبي صلى الله عليه وسلم ومن رآه وسمع منه زيادة على مائة الف انسان من رجل وامراة قدروى عنه سماعا ورؤية۔ (تدوین حدیث بحوالہ اصابہ ج ۱ ص ۳)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت ان لوگوں کی تعداد جنہوں نے حضورؐ کو دیکھا اور آپ سے سنا تھا، ایک لاکھ سے زیادہ تھی، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی، سب حضورؐ سے سن کر اور دیکھ کر روایت کرتے تھے۔"

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ صحابہ کس طرح آپ کے ہر قول و فعل کو بڑے غور سے سننے اور دیکھنے کے بعد یاد رکھتے تھے اور بڑی احتیاط سے دوسروں تک پہنچا دیا کرتے تھے اور اس کا برابر خیال رکھتے تھے کہ روایت میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہونے پائے، ہر دیکھنے والے کو یہ بات ماننا پڑتی تھی کہ آپ کے ساتھی جن کو صحابہ کہا جاتا ہے آپ سے کس قدر دلی تعلق رکھتے تھے۔

نیچے لکھے ہوئے واقعہ سے اس تعلق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

کفار اور مسلمانوں میں جب ایک مرتبہ جنگ ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو کفار مکہ نے مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے عروۃ بن مسعود ثقفی کو بھیجا جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے واپس جا کر کہا "میں قیصر روم، کسریٰ (ایران) اور شاہ حبش کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی رعایا کو اپنے بادشاہ سے اتنی محبت و عزت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمدؐ کے ساتھی ان کی عزت اور ان سے محبت کرتے ہیں، جب وہ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لئے ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا چاہتا ہے، جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کو تبرک سمجھ کر اس کو لینے کی کوشش کرتے ہیں، جب وہ باتیں کرتے ہیں تو ان کے ساتھیوں کی آوازیں نیچی ہو جاتی ہیں اور وہ لوگ عظمت کی وجہ سے ان کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتے، جس قوم کی یہ حالت ہو تم لوگ اس سے نہیں لڑ سکتے"۔

صحابہؓ برابر اس کوشش میں رہتے تھے کہ جو کچھ آپ فرمائیں اس کا علم ان کو ضرور ہو جائے، حضرت عمرؓ مدینہ سے ذرا دور ایک انصاری حضرت عتبان بن مالکؓ کے ساتھ رہتے تھے، دونوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ ایک دن حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنیں گے، وہ اپنے ساتھی حضرت عتبان کو بتا دیا کریں گے اور ایک دن حضرت عتبان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنیں گے وہ حضرت عمرؓ کو بتا دیا کریں گے۔

صحابہؓ کو ہر وقت آپ کے پاس آنے کی اجازت تھی اور وہ لوگ برابر آپ سے مسجد میں، گھر پر سفر میں اپنی اپنی آسانی کے لحاظ سے ملتے رہتے تھے اور جو کچھ سنتے وہ دوسروں کو بتا دیا کرتے تھے۔

آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنا مشہور خطبہ دیتے ہوئے جب کہ ایک لاکھ کے قریب صحابہؓ موجود تھے فرمایا:

الا فليبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض من يبلغه ان يكون اوعى له من بعض من سمعه (صحاح)

"سنو! جو یہاں موجود ہیں ان کو چاہئے کہ (جو باتیں میں نے کہی ہیں) وہ ان کو پہنچا دیں کہ جو اس وقت موجود نہیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ باتیں پہنچائی جائیں وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے اور سمجھدار ہوں۔

حافظ ابوزرعہ نے کہ جو حدیث کے مشہور امام ہیں بیان کیا ہے کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو ان لوگوں کی تعداد کہ جنہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے سنا ایک لاکھ سے زیادہ تھی، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔

علم حدیث کے ماہروں نے کہ جن کو محدثین کہا جاتا ہے حدیث و سیرت کے تمام راویوں کی زندگی کے حالات بہت چھان بین کے بعد ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں، ان راویوں میں صحابہ کرامؓ سے لے کر چوتھی صدی ہجری تک کے لوگ ہیں جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور یہ ایک مستقل فن بن گیا ہے جس کا نام اسماء الرجال ہے۔

صحابہ کرامؓ اور کتابت حدیث

شروع میں صحابہؓ عام طور سے حدیثیں نہیں لکھتے تھے کیونکہ جس زمانہ میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا ہے، آپ نے صحابہؓ سے فرما دیا تھا کہ قرآن کے علاوہ مجھ سے (سن کر) کچھ نہ لکھو، اور یہ اس لئے تھا کہ شاید کچھ لوگ قرآن اور حدیث میں فرق نہ کر سکیں اور ایک کو دوسرے سے ملا دیں، لیکن جب آپ نے یہ سمجھ لیا کہ اب اس کا خطرہ نہیں ہے، اور لوگ قرآن اور حدیث کے فرق کو سمجھ گئے ہیں تو آپ نے صحابہ کو حدیثوں کے لکھنے کی اجازت دیدی، لکھنے کی اجازت مل جانے کے بعد بھی بہت سے صحابہ اس خیال سے حدیثیں نہیں لکھتے تھے کہ اگر حدیثوں کے لکھنے کی طرف لوگوں نے زیادہ توجہ کی تو پھر وہ ان کی زبانی یاد رکھنا چھوڑ دیں گے، ان کا یہ خیال ٹھیک نکلا اور حدیثوں کے لکھنے کا جتنا رواج بڑھتا گیا لوگوں کی توجہ زبانی یاد رکھنے کی طرف کم ہوتی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں کی حفاظت اور ان کو دوسروں تک پہنچانے میں آسانی کے خیال سے لکھنے کی اجازت دی، ایک صحابی آپ کے پاس آیا کرتے تھے، آپ کی باتیں ان کو بہت پسند آتی تھیں، لیکن ان کو یاد نہ رہتی تھیں، ایک دن انہوں نے آپ سے کہا کہ مجھے آپ کی باتیں بڑی اچھی لگتی ہیں لیکن میں بہت جلد بھول جاتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اپنے سیدھے ہاتھ سے مدد لیا کرو اور (آپ نے) ہاتھ سے اشارہ کیا کہ لکھ لیا کرو۔

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بہت سی باتیں آپ سے سنتے ہیں اور ان کو لکھ لیتے ہیں، اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ لکھتے رہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اگر صحابہ کرامؓ چاہتے تو حدیث کی حفاظت لکھے بغیر صرف زبانی یاد رکھ کر بھی کر سکتے تھے، لیکن آنے والے حالات کو سامنے رکھ کر انہوں نے حدیثوں کو لکھنا زیادہ بہتر خیال کیا، حضرت انسؓ نے اپنے بچوں سے فرمایا کہ اس علم (حدیث) کو لکھ لیا کرو، آپ نے اہل یمن کو جو احکام لکھوا کر بھجوائے تھے، ان میں یہ مسئلے تھے، قرآن صرف پاکی کی حالت میں چھوا جائے، غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جاسکتا اور نکاح سے پہلے طلاق نہیں (خطبات مدراس بحوالہ دارمی ص ۲۹۳) صرف یہی نہیں کہ آپ نے حدیث کے لکھنے کی اجازت دی بلکہ آپ نے اپنے اقوال لکھوا کر لوگوں کو دیئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جو آپ نے ایک خطبہ دیا تھا ایک صحابی ابو فلاں (ابو شاہ) یمنی کی درخواست پر حکم دیا کہ خطبہ لکھ کر ان کو دے دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت انس بن مالکؓ کو بحرین کی طرف بھیجا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے زکوۃ کے متعلق کچھ احکام لکھوا کر ان کو دیئے، اسی طرح آپ نے یمن کے لوگوں کو بھی ایک تحریر بھجوائی کہ جس میں زکوۃ اور طلاق وغیرہ کے بہت سے ضروری احکام تھے امام احمدؒ نے فرمایا کہ یقیناً یہ احکام آپ ہی کے لکھوائے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے سوا کسی کے پاس مجھ سے زیادہ حدیث رسول کا سرمایہ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ جو کچھ آنحضرتؐ سے سنتے تھے لکھ لیتے تھے، اور میں لکھتا نہ تھا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمرو صحابی کے پاس ایک کتاب رکھی دیکھی، دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ صادقہ ہے جس کو میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، جس میں میرے اور آپ کے درمیان کوئی دوسرا نہیں ہے"۔

حدیثوں کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں وہ خطوط، معاہدے اور امن نامے وغیرہ ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوا کر اور اپنی مہر لگا کر مختلف بادشاہوں اور قبائل کے سرداروں کو بھیجے یا لوگوں کو خود دیے۔

حضرت معبد بن ہلالؓ کہتے ہیں کہ جب حدیثوں کے متعلق ہم لوگ حضرت انسؓ سے زیادہ پوچھ گچھ کرتے تو وہ تمام حدیثیں کہ جو ان کے پاس لکھی ہوئی بہت حفاظت سے رکھی تھیں جا کر لے آتے اور فرماتے کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو میں نے رسول اللہؐ سے سن کر لکھ لیا تھا اور آپ کو سنا کر تصدیق کرالی تھی۔

ان سب باتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ زبانی یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ حدیثوں کے لکھے جانے کا رواج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ہو چکا تھا۔ ۞ (جاری)

قول و عمل کا تضاد

منکسرانہ تکبر اور دورُ خاپن بھی اسی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں

امین شجاع

تکبر اور انکسار! بظاہر عجیب سی بات ہے! اجتماع ضدّین ہے! جیسے جھوٹ کے ساتھ سچ کی آمیزش کردی جائے یا کھوٹے کے ساتھ کھرے کو ملا دیا جائے ـــ لیکن اب اسے کیا کیجئے کہ اس سنسار میں بھانت بھانت کے لوگ بستے ہیں اچھے بھی، برے بھی، سبھی طرح کے لوگ، ایسے بھی جن کے متعلق شاعر نے کہا ع ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ـــ ادیب و شاعر بھی انسان ہوتے ہیں، وہ انسانوں کی بستی میں بستے ہیں، رہتے سہتے ہیں، جو کچھ کھلی آنکھوں دیکھتے اور حساس دل کی بدولت محسوس کرتے ہیں وہی ان کے نوکِ قلم پر آجاتا اور نثر یا نظم کے قالب میں ڈھل جاتا ہے اپنے احساسات اور جذبات اور تاثرات و کیفیات کے اظہار کی سچی ترجمانی اور صحیح تصویر کشی کے لئے وہ (Figures of Speech) کا استعمال بھی کرتے ہیں کہ جس سے حسن و دلکشی بھی پیدا ہو اور اثر آفرینی بھی ـــ انھیں میں سے ایک صنعت تضاد بھی ہے مثلاً ''کھلا راز'' (Open Secret)، یا ''عقلمند ترین بیوقوف'' (Wisest Fool) نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ ایسی مثالوں میں ایک اور مثال کا اضافہ کرلیجئے اور وہ ہے ـــ ''منکسرانہ تکبر'' ـــ انسانی مزاج میں اجتماع ضدّین کا عمل دخل کب سے ہوا یہ تو محققین جانیں۔ راقم سطور کا سا ایک عام انسان بس یہ جانتا ہے کہ جب سے حضرت انسان نے قول و عمل میں تضاد، ظاہر و باطن میں فرق اور دوہرے معیار کو اپنے زندگی کی ''حکمت عملی'' قرار دے لیا، تو بس دنیا کے بگاڑ میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی ـــ ظاہر و باطن کے فرق اور دوہرے معیار کی کوکھ سے معلوم نہیں کتنے عیوب جنم لیتے ہیں۔ ''منکسرانہ تکبر'' اور ''دورخاپن'' کی جنم داتا بھی یہی ہے۔ منکسرانہ تکبر کے حاملین پر ذرا ایک نظر ڈالئے ـــ معصوم و مسکین صورت، اور دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں کی سی کیفیت ـــ بات میں نرمی، زباں میں شیرینی ایسی جیسے مصری کی ڈلی منھ میں پڑی ہو، اپنے طرز عمل سے بے نفسی کا ایسا اظہار گویا ضررسانی سے بالکل پاک و صاف ہو ـــ لیکن یہ سب تو دور کا جلوہ ہے اور ظاہر داری ہی ظاہر داری ہے۔ قریب جائیے اور خدانخواستہ معاملہ کیجئے تو بھرم کھل جائیگا اور قول و عمل کا تضاد کچھ اس بری طرح سامنے آئے گا کہ دنیا جس کو ''کسر نفسی'' سمجھ رہی تھی، وہ عین ''نفسانیت'' نکلی، بظاہر بے ضرر دکھائی دینے والا آدمی زہر میں بجھا ہوا تیر نکلا اور کسر نفسی جس کی شان سمجھی جاتی تھی، کھری بات کو اس نے اپنے لئے کسر شان سمجھا!!! ـــ کیسی سچی اور پکی بات اور کس قدر حقیقت پسندانہ تعریف بیان کی گئی ہمارے مذہب میں گناہ کی ـــ کہ جو دل میں کھٹکے وہ گناہ ہے۔ کبر بھی گناہ ہے بلکہ کبائر میں سے ہے۔ گناہ شجر خبیثہ کے مانند ہے جس کے پھل بڑے کڑوے کسیلے ہوتے ہیں۔ لیکن ان سب پھلوں کی اصل اور جڑ ایک ہے۔ ایک پریوار کی طرح ایک دوسرے سے مربوط، پیوستہ اور ایک دوسرے کے معاون و مددگار۔ ان کڑوے کسیلے پھلوں میں سے ایک پھل دورخاپن بھی ہے۔

ہمارے بزرگوں نے دل کو کبر سے پاک رکھنے کی تاکید کی، انا سے دامن چھڑانے کی تاکید کی مگر یہ اکیسویں صدی ہے ہر چیز (Advance) ہوا چاہتی ہے تو پھر انا کیوں پیچھے رہتا! پرانے زمانے میں تو شاید انا دل کے نہاں خانہ میں کہیں چھپ کر بیٹھتا اور گھات لگایا کرتا ہوگا۔ مگر اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا اور ہمہ وقت شکار کی فکر میں رہتا ہے۔ دورخاپن اس کا ایک بڑا کارگر ہتھیار اور خوشامد اس کا آزمودہ حربہ ہے ـــ عقل عیار ہے سو بھیس بنالیتی ہے بس تکبر اور انا بھی انکساری کی اوٹ میں اپنی تسکین کا سامان کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ بھول جاتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، چار دن کی چاندنی ہے اور پھر خدانخواستہ اندھیری رات ـــ ع سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا۔ بظاہر کسر نفسی برتنا لیکن اپنے منشا اور مرضی کے خلاف صاف اور سچی بات کو قابل اعتناء نہ سمجھنا بھی منکسرانہ تکبر کی ایک مثال ہے اور انکساری کی اوٹ میں ایک کھوٹ کو برتنے کی ایک ایسی کوشش ہے جو آخرت میں خدانخواستہ مہنگی ثابت ہوسکتی ہے قرآن نے تو صاف اعلان کردیا ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (۹۹/۷-۸)

افضال MAU CITY
نورانی تیل
انڈین کیمیکل کمپنی، متوناتھ بھنجن (یو۔پی)

2226657
Fit & Co.
Since : 1916
Specialist in Suits & Sherwanis
Near Sardar Sons, at Nazirabad, Lucknow

3N Travel & Tourist Bureau (P) Ltd.
B-3 Waris Palaza Opp. Hotel Raj, Hussain Ganj
Lucknow-226001
Mobile : 9839272383, (Off) 2274709 E-mail : sabhiakale2m@yahoo.com
WEBSITE : HTTP://WWW.3NGROUP.COM

Phone : 0522-2274606 (s)
Mobile : 0522-2008348
محمد اکرم جویلرس
Mohd. Akram
JEWELLERS
Near: Odeon Cinema, Lucknow.

MTT
WESTERN UNION MONEY TRANSFER
آپ کا جانا پہچانا قابل اعتماد مرکز
مرزا ٹور اینڈ ٹرویل
MIRZA TOUR & TRAVEL
(HAJ UMRAH TOUR ORGANISERS & GUIDE SERVICES)
Haj — Umrah — Visa Stamping — International & Domestic Air-Ticketing
Recognised Ministry of External Affairs, New Delhi, India & Ministry of Haj Saudi Arabia Line M (Haj) (Regn/HTO/12/03
U.G.29, Avadh Nakkhas Crossing, Lucknow-03
Phone : (O) (91-522) 2240580-2240381 ® 2251666, Mo : 9839180765